کتاب و سنت اور اسلاف امت کی تعلیمات کا علمبردار
ماہنامہ
اشرف الجرائد
حیدرآباد
Volume:15 Issue:12 December 2022
مدیر
مولانا محمد عبد القوی
ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد
www.iauth.in
1

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب ہٹا دیجئے

از: مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ (سورۃ الفرقان)

ترجمہ: اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب ہٹا دیجئے، یقیناً اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے، اور وہ (جہنم) بری جگہ اور بُرا ٹھکانہ ہے۔

توضیح: یہ بات امتِ مسلمہ کے عقائد میں شامل ہے کہ ''جنت اور جہنم حق تعالیٰ شانہ کی مخلوقات ہیں، جو پیدا ہوچکی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی''، جنت حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا مظہر ہے، اور جہنم اس کی قہر وغضب کا مظہر ہے دنیا میں انسان جو نیکی یا بدی کرے گا اس کا صلہ آخرت میں (جنت وجہنم کی صورت میں) پائے گا۔ قرآن کریم نے یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ ''جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا وہ کامیاب اور بامراد ہے'' (آل عمران: ۱۸۵)

قرآن حکیم نے جنت اور اس کی بیش بہا نعمتوں، جہنم اور اس کے خوفناک احوال کو جگہ جگہ ذکر کیا ہے، تاکہ اہلِ ایمان میں جنت کا شوق پیدا ہو اور اعمالِ صالحہ سے آخرت کی کھیتی کرتے رہیں، اور جہنم کا خوف طاری ہو اور اعمالِ جہنم سے بچنے کی فکر وسعی کرتے رہیں اور اس سے پناہ مانگتے رہیں، اللہ کے نیک بندے جہنم سے ہمیشہ لرزاں وترساں اور حق تعالیٰ سے عافیت کے طالب رہتے ہیں۔ مذکورہ آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے اسی خاص عمل کا ذکر فرمایا ہے۔ کتاب وسنت کے واضح بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ نافرمانوں کے لئے جو ٹھکانہ مقرر کیا گیا وہ نہایت ہی خوف ناک اور بُرا ٹھکانہ ہے۔

جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جہنم کے پہرہ دار نہایت زبردست طاقت والے سخت گیر فرشتے

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

ہیں، مجرموں کو ستر گز لمبی زنجیروں میں جکڑ کر بڑی سختی کھینچ کر لایا جائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا، جس میں جہنمیوں کا اوڑھنا بچھونا آگ ہی آگ ہوگا، اُن کا لباس بھی آگ کا ہوگا، بداعمالیوں کے سبب ان کے پیشانیوں، پہلوؤں، اور، پشتوں کو داغا جارہا ہوگا، آگ چہروں کو ایسے جھلسائے گی کہ اوپر کا ہونٹ آدھے سر اور نیچے کا ہونٹ ناف تک پہونچ جائے گا، کھال اُدھڑ جائے گی، فوری دوسری کھال چڑھادی جائے گی، وہ دوبارہ جھلس جائے گی، یہی سلسلہ جاری رہے گا، بھوک سے بے تاب ہوں گے، جہنم ہی میں اُگا ہوا بدصورت درخت زقوم کا پھل کھلایا جائے گا اُسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا، زقوم کی بدبو کا یہ عالم ہوگا کہ اس کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گرادیا جائے تو تمام اہل دنیا اس کی بدبو سے رہ نہ سکیں گے، اور جب حلق سوکھ کر کانٹا بن جائے گا اور پیاس لگے گی تو جہنمیوں کے زخموں سے رستا ہوا پیپ اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی اُنڈیلا جائے گا، وہ پانی بدن میں جاکر پیٹ انتڑیاں اور اوجھڑی نکال کر باہر کردے گا، کھال بھی گل جائے گی، لوہے کے ہتھوڑے برسائے جائیں گے، جہنمی خوب چیخ وپکار کریں گے، واویلا مچائیں گے، باہر نکل کر بھاگنا چاہیں گے مگر اُنھیں دوبارہ جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا، جہنم کے اژدہے بختی اونٹوں کی گردن کی طرح ہوں گے، اُن کے زہریلے ڈنک کا اثر ستر برس تک محسوس ہوتا رہے گا، جہنم کے بچھو خچروں کے برابر ہوں گے، ان کی ڈنک کا اثر چالیس برس تک محسوس ہوگا، جہنمی دوزخ کی سزاؤں کی تاب نہ لاکر داروغۂ جہنم سے فریاد کریں گے، ذرا اپنے رب سے کہہ کر ایک دن کے لئے عذاب میں تخفیف کرادو، داروغہ پوچھے گا کیا تمہارے پاس پیغمبر دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ اعتراف کریں گے کہ آئے تھے، ہم نے مانا نہیں۔ اُن سے کہا جائے تو پھر خود ہی اپنے رب سے فریاد کرلو۔ ان ظالموں کو اس دن کوئی فریاد کام نہیں آئے گی۔ بہ ہر حال جہنم کا پیٹ اس قدر بڑا ہے کہ وہ بھرے گا نہیں، رب تبارک وتعالیٰ نافرمان بندوں کو داخل کرکے پوچھیں گے تیرا پیٹ بھر گیا؟ کہے گی اور ہے کیا؟ اور ہے کیا؟ اور اللہ اس کا منہ ایسے بند کریں گے کہ کہے گی بس بس۔ جب کہ روایت میں ہے کہ جنت میں جانے والوں کے مقابلے اس میں جانے والوں کی تعداد ہزار میں نوسوننانوے ہوگی۔ اور ایک حدیث کے مطابق جہنم قیامت میں اس حال میں لائی جائے گی کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اُسے کھینچ رہے ہوں گے۔ جہنم کی آگ دنیا کی آگے کے مقابلے میں ۶۹ گنا زیادہ جلانے والی ہے، جہنم کا سب کم درجہ کا عذاب یہ ہوگا کہ انگارو والے جوتے پہنائے جائیں گے تو اس کی گرمی سے دماغ ایسے کھولے گا جیسے آگ پر چڑھی ہانڈی میں پانی کھولتا ہے، الغرض جہنم نہایت خوف ناک جگہ ہے اس میں جانا تو دُور کی بات ہے اس کے تصور سے روح کانپ اُٹھتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ --------- (بقیہ صفحہ: ۱۳ پر)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک لازمی فریضہ

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ
(ترمذی:۲۱۶۹)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دوگے، یا عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا؛ پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کروگے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح: حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت تاکید واہتمام کے ساتھ دو باتوں کا حکم فرمایا، اور اُن پر عمل نہ ہونے کی صورت میں عذابِ الٰہی کے نازل ہونے کی دھمکی دی ہے؛ پہلی بات ''معروف'' کا حکم کرنا دوسرے ''منکر'' سے روکنا۔

''معروف'' کے معنیٰ ہیں جانا پہچانا اور ''منکر'' کے معنی اجنبی اور نامانوس کے ہیں، اور جب یہ دونوں الفاظ قرآن وحدیث میں آتے ہیں تو ''معروف'' کا مطلب ہوتا ہے ہر وہ کام جس کو عقل وشریعت اچھا سمجھا اور ''منکر'' کا مطلب ہر وہ کام جس کو عقل وشریعت بُرا کام سمجھے، حدیث مذکور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر بھلی اور خیر کی بات کا حکم کرتے رہنے اور ہر بُری وناپسندیدہ بات سے منع کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔

کسی بھی معاشرہ وسماج کی صلاح وفلاح اور اُس کی ظاہری وباطنی ترقیات کا راز غور کیا جائے تو ان ہی دو باتوں میں منحصر نظر آئے گا، جب ہر فردِ بشر دوسرے کو ہر بھلی اور اچھی بات کی تلقین کرتا رہے، اور جہاں برائی

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

نظر آئے ٹوکتے رہے تو ماحول میں بالعموم بھلائیاں ہی نظر آئیں گی، اور برائیوں کا کم سے کم شیوع ہوگا، یہی وجہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا ہی اس اُمت کا اعزاز ہے، اللہ پاک اُمم سابقہ کے مقابلہ میں امتِ محمدیہ کو خیر امت کے لقب سے نوازا تو اسی ذمہ داری کے ساتھ نوازا کہ "تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" مزید یہ کہ یہ صرف ایک اعزاز واکرام ہی نہیں؛ بلکہ دیگر فرائض وارکان کی طرح یہ بھی ایک فریضۂ لازمہ ہے؛ جس سے اعراض وبے توجہی کی کوئی گنجائش ہی نہیں، قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اس پر شاہد ہیں، اتنے اہم اور لازمی فریضہ سے آج کل اکثر لوگ غافل ہیں ''معروفات'' کے امر کا کام پھر بھی کسی درجہ میں ہوتا نظر آتا ہے؛ لیکن ''منکرات'' پر نکیر واصلاح کا کام شاید وباید کہیں نظر آتا ہو؛ جب کہ برائی پر نہ روکنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے، منکرات کے مشاہدہ پر خاموشی کتنا بڑا اجرام ہے اُس کا اندازہ اُس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس کو حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو (یعنی ہلاک وبرباد کردو) جبرئیلؑ نے عرض کیا: اے میرے رب! اُن میں ایک تیرا وہ بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُس شہر کو اُن پر اُلٹ دو؛ کیونکہ اُس شخص کا چہرہ (برائی کو دیکھ کر) کبھی بھی ایک گھڑی کے لئے میری خاطر نہیں بدلا (یعنی اُسے میری نافرمانی کو دیکھ کر کوئی احساس ہی نہیں ہوا) (طبرانی اوسط: ۷۶۶۱)

آج پورے عالم میں مصائب ومظالم کا رونا رویا جارہا ہے، مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو اور اُن کے دین وایمان کے ساتھ جو زیادتیاں ہورہی ہیں، اور ان کے سدِ باب اور روک تھام کے لئے جو صلحاء جو دعائیں کررہے ہیں، ان دعاؤں کے باوجود حالات جو بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، وہ سب کے سامنے ظاہر وباہر ہیں۔

اس کا حل حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلادیا کہ ہر شخص اپنے حدود کار میں اپنی استطاعت وقدرت کے بہ قدر ''امر بالمعرف ونہی وعن المنکر'' کا کام فریضۂ منصبی سمجھ کر ادا کرے، اگر اس فریضہ کی انجام دہی سے غافل رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختیوں اور مصائب کی صورت میں عذاب آئے گا، پھر اس عذاب کے دفع کے لئے دعائیں کریں گے؛ لیکن اللہ تعالیٰ دعائیں قبول نہیں کرے گا، اس لئے یہ کام ہر شخص کو حکمت وموعظت اور صبر سکون کے ساتھ ہر وقت کرتے رہنا چاہئے؛ یہی تمام مصائب وآلام کے دفعیہ کا واحد حل ہے۔

پیش گفتار

فوٹو اور ویڈیو کا عام چلن

از: مدیر

پچھلے دنوں کسی دینی اجلاس میں مسلسل تصویر سازی پر برہم ہوکر مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔۔۔۔ حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ خلیفہ حضرت فقیہ الملت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ۔۔۔۔نے سخت ناراضگی اور رنج کا اظہار فرمایا تھا جس کو کرم فرماؤں نے ویڈیو ہی کے ذریعے عام کیا، اسی طرح حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہٗ کو لاٹھی سے طلبہ کے موبائل پر حملہ کرتے ہوئے ایک ویڈیو عام کی گئی، ان حضرات اوران جیسے دیگر اکابر کی مجبوری یہ ہے کہ مصلحتِ دینی سے پروگراموں میں شرکت کرنی بھی پڑتی ہے اوراس سخت ناپسندیدہ عمل کو بُھگتنا بھی پرتا ہے، نکیر پر توجہ دوتو بیان نہیں ہو پاتا بیان کرتے رہو تو یہ منکر مسلسل آنکھوں کے سامنے چلتا رہتا ہے، مہتمم صاحب دامت برکاتہم تو مسلمانوں کے ایک عظیم مرکز اور قبلۂ فکر و مسلک کی نمائندگی کرتے ہیں، اُنہیں بُلانے والوں کو خود اس کا اہتمام چاہیئے مگر نہیں کرتے ، بارہا دیکھا گیا کہ حضرت ایک دفعہ نکیر کرکے اپنے فریضے سے سبک دوش ہوجاتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ملی ،قومی اور سیاسی ضرورت سے کئے جانے والے پروگراموں اور دینی واصلاحی مجالس ومحافل میں فرق ہونا چاہیئے ، اصلاحِ معاشرہ کے جلسے میں ہم ایک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تحت کرتے ہیں، مدارس کے پروگرام طلبہ واولیاءِ طلبہ کی تہنیت وتبریک کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں،جن میں تکمیلِ حفظ اور تکمیل درسیات کا شرف حاصل کیا جاتا اور قبولیتِ دعا کے موقع سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے، مشائخ واکابر کے بیانات محض فکرِ آخرت اور تعلق مع اللہ کے حصول کے لئے رکھے جاتے ہیں، یہ سب کام عبادت ہیں ایک فریضۂ اسلامی کے طور پر کئے جاتے ہیں،جن کی مقبولیت کے لئے اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کے حصول کو مقصود

بنانا ضروری ہے، نیت کی صحت وسلامتی اس میں اور غیر اللہ کی شرکت سے تحفظ ضروری ہے۔

''اشرف الجرائد'' کی طرح ایک سلسلہ سوشیل میڈیا پر ''اشرف المعارف'' کے نام سے چلتا ہے، جس میں یہ عاجز کسی بھی وقتی مسئلے پر مختصر باتیں تحریر کردیتا ہے، اس مرتبہ اداریہ لکھنے کا موقع نہ مل سکا تو مُرتب صاحب نے ''اشرف المعارف'' کے اس سلسلے میں لکھے گئے چار پوسٹ جمع کرکے اُنہیں اداریہ بنادیا ہے، اللہ کرے کہ ہمارا دینی طبقہ اس طرف توجہ کرے، کم از کم مبارک ومنور محافل کو اس عمل سے آلودہ نہ کرنے کا ارادہ کرلے۔ آمین

۱۱۴

تصویر بنانا خواہ ہاتھ سے خواہ کیمرے سے، اُس کا رکھنا اور اس کا پھیلانا بہ اتفاقِ علماء دیوبند حرام ہے، ابھی تک میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی معتبر عالمِ دین نے جواز کا فتوی دیا ہو، مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی کسی زمانے میں بہ کثرت تصویریں چھپتی تھیں، میں نے خط لکھ کر دریافت کیا کہ کیا آپ کے نزدیک مسئلے میں کچھ گنجائش ہے؟ حضرت رحمہ اللہ نے بہ قلمِ خود جواب دیا کہ ''میں بھی تمام علماء کی طرح تصویر کشی کو ناجائز و حرام مانتا ہوں، عالمی مجالس میں شرکت کی وجہ سے بچ نہیں پاتا ہوں، آپ میری مغفرت کے لیے دعاء کریں'' میں اس زمانے میں کم عمر اور طالب علم تھا، جواب پڑھ کر حیران رہ گیا، کہ اتنی بڑی علمی شخصیت اور اس قدر سادگی سے اقرار واعتراف اور آخرت کے مؤاخذہ کا خوف! اللہ اکبر! اس کے برخلاف اس دور میں علماء کو تصویریں کھنچوانے اور پھیلانے کا خوب شوق ہوگیا ہے، جب اخباروں کا دور تھا اور اخبار والے مولویوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے تب ہم بہت محفوظ تھے لیکن جب سے ہم لوگوں کو سوشل میڈیا کا ایک آزاد ذریعہ مل گیا ہے جنونی انداز میں اس حرام میں ہم لوگ مبتلا ہوگئے ہیں، دنیادار لوگوں میں بھی اپنی تصویریں چھپانے کا اتنا شوق نظر نہیں آتا جتنا کہ مولوی برادری میں دکھائی دیتا ہے، اپنے بڑوں کی تصویریں لے لے کے تو پھیلاتے ہی ہیں، اپنی بھی کسی نہ کسی بہانے سے شیر کرتے رہتے ہیں، بل کہ بعض علماء تو تصویریں نہ آنے پر ناراضگی وخفگی کا اظہار بھی کررہے ہیں۔ تصویر بازی کا ایک نقصان تو یہی ہے کہ قیامت میں اشد العذاب کے شکار ہوں گے یہ بھی کچھ کم نقصان ہے کہ ہر کام کو مخلوق تک پہنچانے کی جتنی فکر ہوتی ہے خالق کو دکھانے کا جذبہ اتنا ہی کم ہوتا چلا جاتا ہے، ذرا غور کریں کہ پھر ہم اپنی محنتوں کا اجر کس سے لیں گے؟ خالق سے یا مخلوق سے؟ پھر ہمارے پاس سوائے ان چند ٹوٹی پھوٹی دینی خدمتوں کے اور ہے بھی کیا؟ اگر یہ بھی عند اللہ رد ہوگئیں تو کیا بچے گا؟

۱۱۵

پوسٹ نمبر 114 میں اس عاجز نے تصاویر کے شیوع اور بہ کثرت وبے باک استعمال پر تبصرہ کیا تھا، یہ

تبصرہ مِلّی ؛ ملکی ؛ اور قومی ناگزیر ضروریات میں بادلِ ناخواستہ الکٹرونک اور پرنٹ میڈیا پر نظر آنے والے ہمارے مذہبی راہ نماؤں پر نہیں تھا، ان کی شخصی زندگی بتاتی ہے کہ وہ خود اس سے متنفر ہیں، ان کی تصویریں بتاتی ہیں کہ انہیں ذرا بھی دل چسپی نہیں ہے لیکن اُن کے منصب اور قائدانہ مقام کی وجہ سے میڈیا خود ان کے پاس پہنچتا اور ان کے پیغام کو براہِ راست نشر کرنے کے لیے ویڈیو کو ضروری سمجھتا ہے، پرنٹ میڈیا تو جہاں سے مل جائے کوئی سی تصویر سیٹ کر لیتا ہے۔ مختصر یہ کہ اُن حضرات کی تصویروں کا چھپ جانا ایک ضرورتِ واجبی ہے نیز پھر اس میں اُن کے شوق اور چاہت کا دخل بھی نہیں، اس کے برخلاف اصاغر علماء کا حال ہے کہ ضرورت و مجبوری کا لحاظ کیے بغیر ہر ہر پروگرام کی تصویر کشی اور ویڈیو سازی ایک شوق بن گیا ہے، گویا اس کا مذموم ہونا ہی ذہنوں سے اوجھل ہوگیا، اپنے اساتذہ و اکابر اور قائدین کی تصویریں لینے کے لیے موبائل کے کیمرے کھولے دیوانہ وار دوڑنے والے حفاظ و علماء اور خدامِ دین ہیں، حالاں کہ اگر اس کی ضرورت بھی ہے تو انتظامیہ کا انتظام کافی ہے مگر اس گناہ اور اشدّ العذاب کے شوق کا کیا کیجیے ''چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی'' کا مصداق ہوگیا ہے، حتیٰ کہ بزرگوں کے جنازے تک محفوظ نہ رہے، شیخ کے آخری دیدار سے زیادہ ان کے کفن پوش چہرے کا فوٹو لینے کی فکر ہے، العیاذ باللہ! سیاسی اور ملی مسائل کو ضرورتِ اخبار کے تحت مستثنیٰ کر لیا جائے تو بھی مذہبی اور خالص دینی کاموں میں اس گناہِ کبیرہ کی کیا گنجائش نکل سکتی ہے، مدرسوں کے جلسے؛ ختم قرآن و بخاری کی محفلیں؛ اصلاحِ معاشرہ کے پروگرام؛ روحانی شخصیات کا استقبال؛ دینی و مذہبی مشورے کونسی جگہ ہے جہاں یہ نحوست اپنوں ہی کے ذریعے نہیں پہنچ جاتی؟ خدارا غور کیجیے!

۲۱۰

یہ صحیح ہے کہ ویڈیو گرافی ایک جدید ٹکنالوجی ہے' اس کے تصویر ہونے نہ ہونے میں فقہاءِ اسلام کے درمیان اختلاف ہے' حضرت مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم نے حیدر آباد کی ایک نجی مجلس میں اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جس چیز کی حُرمت میں دلائل کی بنیاد پر علماء میں اختلاف ہوجاتا ہے اس کی حُرمت میں شدت باقی نہیں رہتی اس لیے نکیر میں بھی شدت نہیں ہونی چاہیے۔ (مفہوم) شاید یہی وجہ ہے کہ نکیر میں شدت تو کیا نکیر ہی تقریباً معدوم ہوگئی' پہلے بڑے پروگراموں میں میڈیائی مصلحت سے اس کا دخول ہوا اور صرف سیاسی و سماجی مناصب پر فائز اہم علماء کرام اس کے ذریعے منظر پر آنے لگے پھر رفتہ رفتہ ہر کہہ و مہہ کو اس کا شوق ہوگیا اور خالص دینی و اصلاحی پروگرام بھی اس ٹکنالوجی کے استعمال سے محفوظ نہ رہ سکے' انتظامیہ بھی اس کو ضروری سمجھ رہا ہے اور مقررین بھی بہ ظاہر خواہش مند دکھائی دے رہے ہیں' الا ماشاءاللہ! اگر باقاعدہ اس کا اہتمام نہ بھی کیا

جائے تو حاضرین وسامعین میں کون ایسا ہے جس کے پاس اسمارٹ فون نہ ہو؟ ان میں سے اکثر ــــ کیا عوام کیا علماء ــــ اپنے بڑوں کی ویڈیو بنانا ان کا بیان سننے سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں، جیسے مسجد نبوی شریف میں زیارت وسلام کے بہ جائے روضے کی اور جالیوں کی ویڈیو بناتے ہوئے لوگ باہر نکل آتے ہیں، نبی کون ہیں سلام و آدابِ سلام کیا ہیں اس سے انہیں کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔

صرفِ نظر اس کے کہ ویڈیوگرافی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کون قائل ہے کون منکر؟ اتنی بات تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ جہاں کوئی خاص مصلحتِ ملّی و دینی متقاضی نہ ہو۔ جیسے مدارس کے جلسے، مساجد کے پروگرام؛ مجالسِ وعظ و نصیحت اور محافلِ ذکر وشغل۔ کم از کم وہاں تو تصویر سازی اور ویڈیوگرافی سے احتراز کیا جاسکتا ہے، میں اکابر علماء کرام اور مخلص داعیانِ اسلام پر تنقید نہیں کرر ہا ہوں میں ان کے مزاج و مجبوری کو سمجھتا ہوں لیکن جونیئر علماء اور پیشہ ور ویڈیو گرافرز سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس عمل کے پیچھے ملت کی بہبودی اور اللہ کی خوش نودی کا جذبہ ہی کارفرما ہے؟ اگر نہیں تو خدارا غور کیجیے!

۲۱۱

ایک اخباری پورٹل پر کسی مدرسے میں تکمیل حفظ وختم بخاری کے جلسے کا پوسٹر نظر سے گزرا، جس میں شرکت کرنے والے مہمانِ خصوصی کا نام ان کی تصویر کے ساتھ چھپا ہوا تھا، موصوف ایک ایسے عالمِ دین ہیں جنہیں دینی حلقہ صرف نام ہی سے پہچان سکتا ہے۔ ویڈیو جو اب دینی پروگراموں کا جزو لازم بن گیا ہے وہ تو مختلف فیہ ہونے کے بہانے سے اباحت واجازت بل کہ عند البعض ضرورت کا درجہ اختیار کر گیا ہے، حالاں کہ مشتبہات میں شمار کر کے خواصِ امت اور دینی تعلیم وتربیت کے مراکز کو تو اس سے بچنا چاہیے تھا لیکن اس کی جو بھی تاویل کرلی جائے کرلی جائے کیوں کہ اس پر مختلف فیہ اور مبحوث عنہ ہونے کا لیبل لگا ہوا ہے تاہم کیا تصویر کے بارے میں بھی علماء کرام کی رائے بدل گئی ہے؟ اور اس میں بھی اختلاف ہے؟ جب جان دار کی تصویر دیکھنا دکھانا بخاری شریف ہی کی حدیث سے اشدّ العذاب کا سبب ثابت ہے تو بخاری شریف کے اختتام کے واسطے بلائے گئے مولانا صاحب کی تصویر چھاپنے اور لوگوں کو دکھانے والے انتظامیہ کی عند اللہ پوچھ نہیں ہوگی؟ میرے ایک دوست عالم دین کے ہاں بھی ایک ممدوح ومقبول بزرگ کی تصویر چھپ رہی تھی، میں نے توجہ دلائی تو فرمایا: میرا دھیان اس طرف نہیں گیا اب منتظمین کو پابند کروں گا کہ وہ صرف نام شائع کریں فوٹو نہ ڈالیں، ماشاء اللہ علم اور تواضع کی یہی برکت ہے، اور الحمد للہ اُن ہاں اس پر عمل بھی شروع ہوگیا ہے۔ بعض لوگ میری تصویر بھی شائع کرتے ہیں اُن سے شکوہ کرتا رہتا ہوں مگر سننے کو کون تیار ہے؟ الا ماشاء اللہ! اسی طرح کئی جونیر علماء کی ڈی پی پر

اپنی یا اپنے بچوں کی یا اپنے شیخ و مرشد کی تصویروں کا رواج بھی عام ہوتا جارہا ہے۔

نہایت ادب و احترام کے ساتھ اہلِ مدارس اور علماء کرام سے گزارش ہے کہ تصویر کشی، تصویر سازی اور تصویر بازی سے اپنے کو دور رکھیں، کوئی بھی اکابر اس سے راضی نہیں ہیں مگر ابتلائے عام کی وجہ سے مجبور ہیں، وہ تو معذور ہیں لیکن بہ خوشی و بہ ارادہ کرنے والا کیا عذر رکھتا ہے؟

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے بالخصوص طبقۂ علماء کو اس وسیلۃ الشرک اور اشد العذاب سے محفوظ رہنے کی ہمت نصیب فرمائے۔ آمین

(بقیہ صفحہ:۶ سے)

چند سطروں میں جہنم کی چند جھلکیاں ذکر کی گئی ہیں اس کا احاطہ نہ ممکن ہے نہ مقصود، مزید تفصیل کے لئے علامہ سیوطیؒ کی مترجم کتاب ''آخرت کے عجیب وغریب حالات'' دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی ہولناک جہنم سے بچنے کے لئے رحمٰن کے خاص بندوں کی دعا اس آیتِ کریمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے بیان فرمائی ہے، اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے میں اور دعائیں بھی منقول ہیں مثلاً۔ نبی کریم ﷺ اللہ نے فرمایا: جو شخص تین دفعہ اللہ سے جنت مانگے گا تو جنت اُسے دعا دے گی کہ اے اللہ اُسے جنت میں داخل فرما اور جو شخص تین دفعہ جہنم سے پناہ مانگے گا، جہنم اسے دعا دے گی کہ اے اللہ اُسے جہنم سے محفوظ رکھئے۔ (نسائی:۵۵۲۱) چناں چہ یہ دعا تین تین دفعہ پڑھ لیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ

ایک دوسری روایت میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَعوذُ باللّٰہِ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ باللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبر وَاَعُوْذُ باللّٰہِ مِنْ شَرِّ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ باللّٰہِ مِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (نسائی:۵۵۰۵) ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں آپ سے جہنم کے عذاب سے، اور پناہ مانگتا ہوں عذابِ قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں دجال کے شر سے اور پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے کے شر سے۔

ایک اور روایت میں ام المومنین صدیقہ عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ ربُّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَرَبُّ اِسْرَافِیْلَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ حَرِّ النَّارِ (نسائی:۵۵۱۹) ترجمہ: اے اللہ! جبرئیل ومکائیل کے رب اور اسرافیل کے رب! میں پناہ مانگتا ہوں آپ سے جہنم کے گرمی سے۔

اللہ پاک ہم سب کو ان دعاؤں کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جہنم سے محفوظ رکھے۔ آمین

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت رُبیّع بنت مُعوِّذ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

بڑی جلیل القدر صحابیہ ہیں، قبیلہ انصار کے معزز خاندان ''بنونجار'' سے تعلق رکھتی ہیں۔

نسب وخاندان: سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے: ''ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجّار۔ ماں کا نام ''ام یزید بنت قیس'' یہ بھی قبیلہ ''بنونجار'' سے تعلق رکھتی تھیں۔ خاندان میں حضرت ربیع ؓ کی دادی ''عفراء'' بہت زیادہ مشہور تھیں، جس کی وجہ سے حضرت ربیع ؓ کے والد اور چچا سب اپنی والد ''پسرانِ حارث'' کے بجائے ''اَبنائے عفراء'' سے معروف تھے۔

ولادت: سیرت وتاریخ کی کتابوں میں حضرت ربیع ؓ کی سن ولادت کی صراحت نہیں ملتی؛ لیکن قرائن ودلائل سے یہ پتہ چلتا ہے وہ قبل از ہجرت نبوی ﷺ ''سن شعور'' کو پہنچ چکی تھیں۔

قبول اسلام: حضرت ربیع ؓ کے والد معوّذ اور چچا معاذ اور عوف رضی اللہ عنہم نے قبل از ہجرتِ نبوی اسلام قبول کرلیا تھا، بلکہ ان کے والد ان کے دونوں چچا معاذ اور عوف رضی اللہ عنہما کو ''بیعتِ عقبہ کبیرہ'' میں شرکت کا شرف حاصل تھا، اس لئے حضرت ربیع ؓ کے قبول اسلام کے حوالے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت ؓ ربیع نے جس وقت ہوش کی آنکھیں کھولیں اور سن شعور کو پہنچیں تو سارا خاندان حظیرہ اسلام میں داخل ہو چکا، اس لئے وہ بھی قبل از ہجرت نبوی ﷺ شرف اسلام سے مشرف ہوچکی تھیں۔

نبی ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار

جس وقت نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف نزول اجلال فرمایا، حضرت انس ؓ کی روایت کے مطابق یہ دن اہل مدینہ کے لئے نہایت ہی مسرت وشادمانی کا دن تھا، خواتین اور بچیاں نبی کریم ﷺ کی آمد مبارک پر ترانے اور خیر مقدمی کلمات گنگنا رہی تھیں، جس میں حضرت ربیع ؓ بھی شامل تھیں۔

---

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

خاندان کی بیش بہا دینی قربانیاں

حضرت ربیع ؓ کے خاندان نے دین کی خاطر بڑی قربانیاں دیں، والد محترم حضرت معوذ ؓ نبی کریم ﷺ کے عاشق صادق تھے، ان کے دونوں بھائی بھی نبی ﷺ پر والہانہ فدویانہ جذبہ رکھنے والے، ۲ سن ہجری میں جب جنگ بدر کا معرکہ سرگرم ہوا، حق و باطل کی پہلی آویزش اور کشمکش ہوئی، اس وقت قبل از قتال مبارزت کے لئے قریش کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے میدان میں آکر مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا، تو سب سے پہلے ان تینوں بھائیوں (معوذ، معاذ اور عوف رضی اللہ عنہم) نے مقابلے اور مبارزے کے لئے لبیک کہا، لیکن قریش نے ان سے لڑنا پسند نہیں کیا، اور پکار کر کہا کہ: محمد (ﷺ) ہمارے مقابلے پر ہماری قوم اور ہم سر وہم کفو آدمیوں کو بھیجو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں جانبازوں کو صفوں میں واپس بلا یا لیا، پھر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت ابو عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم ان کے مقابل ہوئے، اس مقابلے میں حضرت عبیدہ شیبہ کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے، لیکن حضرت حمزہ ؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قریش کے تینوں جنگجوؤں کو واصل جہنم کردیا۔

جس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی، حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہما کو ابوجہل کی ریشہ دوانیوں اور اسلام کے خلاف اس دشمنی وعداوت کا علم ہو چکا تھا، یہ دونوں جانباز کسی طرح اس کوشش میں تھے کہ یہ دشمنِ خدا کہیں نظر آئے تو اس کو جہنم رسید کریں، مسلسل تلاش وجستجو میں رہے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں میدان جنگ میں کھڑا تھا، اچانک دو انصاری نوجوان میرے بازو آکر کھڑے ہوئے، ایک نوجوان نے پوچھا: چچا جان! ابوجہل کہاں ہے بتلائے؟ انہوں کہا: بیٹے تمہیں کیا کام ہے؟ کہا: میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، دریدہ دہنی اور دشنام طرازی کرتا ہے، خدا کی قسم اگر وہ مل جائے اس کو واصل جہنم کر کے ہی رہوں گا، خواہ اپنی جان ہی قربان کرنا پڑے، دوسرے نوجوان نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی، کہتے ہیں کہ مجھے ان دونوں نوجوانوں کی حمیت اور جوش وجنون اسلام اور رسول اسلام پر اپنی فدویت پر بڑا رشک ہوا، میں نے اشارے سے بتلایا کہ وہ دیکھو سامنے ابوجہل صفوں میں چکر لگا رہا ہے، وہ شیر کی طرح اچانک جھپٹے اور اس کو خاک وخون میں لت پت کردیا، پھر دونوں بھائی خدمت رسول مآب ﷺ میں حاضر ہو کر ابوجہل کے کیفر دار تک پہنچ جانے کی اطلاع دی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی تلواریں دکھاؤ، دونوں نے اپنی تلوار پیش کی جس پر خون کے نشانات واضح تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: واقعی تم دونوں نے اس دشمنِ اسلام کا کام تمام کردیا ہے۔

پھر حضرت معوذؓ نے ابو مسامع نامی ایک مشرک کے ہاتھوں اسی غزوہ میں جام شہادت نوش کیا، حضرت معاذؓ شدید زخمی ہوئے، ایک روایت کے مطابق عکرمہ نے اپنی والد کا بدلہ لینے کے لئے ان پر حملہ کیا اور ان کا ایک بازو کاٹ دیا، اس کے باوجود انہوں نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ عکرمہ کو بھگا دیا۔ بہر حال! بعد میں ان کا زخم مندمل ہوگیا، اس کے بعد تقریباً انہوں نے ۳۰، ۳۵ سال زندگی پائی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت معوذؓ کے بھائی عوفؓ کی بھی غزوہ بدر میں وفات ہوئی اور معاذ بھی زخموں سے جانبر نہ ہوسکے اور واصل بحق ہوگئے۔ (اسد الغابۃ: الربیع بنت معوذ: ۴/۱۴۴۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اسی والد اور چچا کی بے مثال قربانیوں اور دین اسلام کے فروغ کی خاطر اور حرمت رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں جس طرح جان کی بازی لگائی اس کی وجہ سے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو مسلمان بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان پر نہایت شفقت اور کرم کا معاملہ فرماتے۔

نکاح: غزوۂ بدر کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ''ایاس بن بکر لیثی'' سے ہوا، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق دوسرے دن اللہ کے رسول اللہ ﷺ حضرت ربیعؓ کے گھر تشریف لے گئے اور بستر پر رونق افروز ہوئے، چند لڑکیاں دف بجا کر شہدائے بدر کی تعریف میں اشعار پڑھ رہی تھیں، چونکہ حضرت ربیعؓ کے والد، چچا نے اس غزوہ میں جام شہادت نوش کیا تھا، شادی کے موقع پر اس طرح کے اشعار کے ذریعہ تسلی کا سامان کیا جارہا تھا، لیکن ان اشعار کے پڑھنے کے دوران ان لڑکیوں نے یہ مصرعہ بھی پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد اور ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی خبر رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس جملے کو پڑھنے سے منع فرمایا اور فرمایا: وہی پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔ اسکتی عن ھذہ، وقولی التی کنت تقولین قبلھا (اسد الغابۃ: الربیع بنت معوذ: ۷/۱۰۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

غزوات میں شرکت

حضرت ربیعؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے کئی ایک غزوات میں رسول اللہ ﷺ اور لشکرِ اسلام کے ساتھ شرکت کی، بڑی دلیری، تندہی کے ساتھ زخمیوں کی تیمارداری اور علاج و معالجہ اور پانی پلانے کی خدمات انجام دیتی تھیں، حضرت ربیعؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتیں، ہم پانی پلاتیں، زخمیوں کا علاج کرتیں ار ومقتولین کو واپس لاتیں، ایک روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کرتیں، قوم کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ واپس لاتیں۔ ''کنا نغزو مع رسول اللہ ﷺ ونسقی القوم ونخدمھم ونرد القلی و

الجرحی إلی المدینة'' (اسد الغابۃ: الربیع بنت معوذ: ۷/۱۰۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الاصابۃ: الربیع بنت معوذ: ۸/۱۳۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو سرور کائنات سے بے انتہا لگاؤ تھا، عقیدت ومحبت بے پناہ تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو عزت افزائی فرماتیں، چنانچہ مسند أبی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور وضو کا پانی طلب کیا تو حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے نہایت ذوق وشوق اور وارفتگی وشوقِ عقیدت کے ساتھ کھڑے ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرایا۔'' وأنها سكبت عليه الماء لوضوئه''

(الاستیعاب، الربیع بنت معوذ: ۴/۱۸۳۷، دار الجیل، بیروت)

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ایک دفعہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا دو طباق ایک کچے اور ایک پکے کھجور کے از راہِ عقیدت ومحبت خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے کر حاضر ہوئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمائے اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو از راہ قدردانی کچھ سونا یا چاندی عطا فرمایا۔'' فناولها النبي ﷺ حليا أو ذهبا''

(الاستیعاب، الربیع بنت معوذ: ۴/۱۸۳۷، دار الجیل، بیروت)

سن ۶ ہجری میں بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس موقعہ پر بھی حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرافقت میں تھیں، جب جانثارانِ اسلام نے بیعت رضوان کی سعادت شرف حاصل کیا تو یہ بھی ان نیک بخت لوگوں میں شامل تھیں جن کے حوالے سے آیت کریمہ نازل ہوئی: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (اے پیغمبر! اللہ اس وقت راضی تھا جب مؤمنین سے آپ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے)۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا دین کے معاملے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت کے حوالے سے نہایت غیور اور خوددار واقع ہوئیں تھیں، ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: ایک دفعہ ایک قریشی عورت'' اسماء بنت مخربہ'' جو عطر بیچا کرتی تھی، وہ عطر فروخت کرنے کے لئے حضرت ربیع کے گھر آئی اور ان سے ان کے خاندانی احوال دریافت کئے، جب اسے یہ پتہ چلا کہ ربیع کے والد ابوجہل کے قاتل ہیں تو اس نے کہا: ''تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو'' حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو دشمن اسلام ابوجہل کے حوالے سے'' سردار'' کے لفظ کا استعمال سن کر بڑا غصہ آیا، کہنے لگی: میں تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہو، اسماء کو ابوجہل کی یہ تحقیر ناگوار معلوم ہوئی، بولی: مجھے تمہارے ہاتھ سودا نہیں کرنا، حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے بھی برجستہ کہا: مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے، میں تمہارے عطر کو گندگی سمجھتی

ہوں۔ ’’حرام عليّ أن أشتري منك شيئا، فما وجدت لعطر نتنا غير عطرك‘‘ (الاستیعاب، الربیع بنت معوذ: ۴/ ۱۸۴۳، دارالجیل، بیروت) کہتی ہیں کہ میں نے یہ بات اس کے عطر کے سلسلے میں اس لئے کہی کہ اس کو غصہ دلاؤں۔

ایک دفعہ ان سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے ابوعبیدہ بن محمد نے دریافت کیا: اما جان! ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ تو فرمانے لگیں: يا بني لو رأيته رأيت الشمس طالعة‘‘ (اسد الغابۃ: الربیع بنت معوذ: ۷/ ۱۰۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت) بیٹے! اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو گے تو یوں سمجھتے گویا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

مرویات: حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے ۲۱ احادیث مروی ہیں، ان کے راویوں میں سلیمان بن یسار، نافع، خالد بن ذکوان، عائشہ بنت انس اور ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رحمہم اللہ جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں۔

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام زین العابدین جیسے آسمان علم آفتاب ومہتاب بھی ان سے استفادہ کرتے تھے، حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کرتے تھے، اس کے ذریعے ان کی علمی حیثیت ورتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے متعلق دریافت کرنے لگے، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کے اپنے شوہر سے خلع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے متعلق دریافت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے: ’’وأن ابن عمر أتاها فسألها عن قضاء عثمان حين اختلعت من زوجها‘‘

(الاستیعاب، الربیع بنت معوذ: ۴/ ۱۸۴۳، دارالجیل، بیروت)

وفات: حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کا سن وفات صحیح معلوم نہیں، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ’’الاصابہ‘‘ میں ۳۵ھ کا ایک واقعہ درج کیا ہے جس سے ان کا عہد عثمانی تک حیات کا پتہ چلتا ہے، چوں کہ اس سال اُن کا ان کے شوہر سے مناقشہ ہوا تھا، اور انہوں نے ان سے کہا تھا کہ مجھ سے میری سب چیزیں لے کر دست بردار ہو جاؤ، شوہر نے ایسا ہی کیا، اور جسم کے لباس کے سوا ان سے سب کچھ لے لیا، ان کے شوہر نے دربارِ خلافت میں دعوی دائر کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ: ’’اپنی شرط پوری کرو‘‘۔ ’’فخاصمني إلى عثمان رضي الله عنه، فقال: له شرطه، فدفعته إليه‘‘ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، الربیع بنت معوذ: ۸/ ۱۳۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

البتہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر أعلام النبلاء میں صاف صراحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ ان کی وفات عبد الملک کے زمانے سن ۷۹ میں ہوئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: الربیع بنت معوذ: ۴/ ۳۰۰، دارالحدیث القاہرۃ)۔

تذکارِ صحابہؓ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی ان عظیم المرتب اصحاب رسول میں ہوتا ہے، جو سابقین اولین کے مصداق اور شرکاء بدر میں سے ہیں۔ ابنِ اثیر حضرت عمّارؓ کے اسلام لانے کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت عمّار رضی اللہ عنہ نے اُس وقت اسلام قبول کیا تھا جب اہلِ اسلام کو مشکلات کا سامنا تھا اور اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارقم کے گھر مقیم تھے۔ (اُسد الغابۃ)

مختصر سوانحی خاکہ:

آپ کا نام نامی: عمار، کنیت: ابو یقظان، نسبت: عنسی۔ والد کا نام: یاسر اور والدہ کا نام سمیہ تھا۔ نسب نامہ اس طرح ہے: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس العنسی القحطانی۔ حضرت عمار کے والد قحطانی النسل اور یمن کے باشندے تھے، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں دوسرے دو بھائیوں (حارث اور مالک) کے ساتھ مکہ پہنچے، وہ دونوں تو واپس لوٹ گئے؛ مگر یاسر نے یہیں اقامت اختیار کر لی، اور بنومخزوم سے حلیفانہ تعلق قائم کر کے ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی ایک باندی سمیہ سے نکاح کرلیا، جس سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ حضرت ابوحذیفہ نے حضرت عمار کو بچپن ہی میں آزاد کر کے تاحیات دونوں (باپ بیٹے) کو لطف ومحبت سے اپنے ساتھ رکھا۔

حلیہ: آپؓ کا قد بلند و بالا، نرگسی آنکھیں، سینہ چوڑا اور بدن خوب بھرا ہوا، شہادت کے وقت گو آپ کی عمر اکانوے بانوے برس کی تھی تاہم ضعف و پیری کے آثار بہت کم ظاہر ہوئے تھے۔

وفات: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؓ جنگ صفین سن 37 ہجری میں داغِ مفارقت دے گئے، اس وقت آپ کی عمر 93 سال تھی، نیز اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ آپ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (النحل/106)

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

اسلام کے سائے تلے:

ابوحذیفہ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، حضرت عمارؓ حضرت صہیب بن سنانؓ ایک ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے، فرماتے ہیں کہ میں نے صہیب کو ارقم بن ابی الارقم کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا تم کس ارادہ سے آئے ہو؟ بولے: تم اپنا ارادہ بیان کرو، میں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مل کر ان کی کچھ باتیں سننا چاہتا ہوں، بولے میرا بھی یہی مقصد ہے۔ غرض دونوں ایک ہی ساتھ دارارقم میں داخل ہوئے، اور ساقی کوثر کے ایک ہی جام نے دونوں کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا۔ مجاہد کہتے ہیں: جن حضرات نے سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار کیا سات ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳) بلال حبشیؓ (۴) خباب بن ارتؓ (۵) صہیب رومیؓ (۶) عمار بن یاسرؓ (۷) سمیہؓ۔

حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقہ پر شہید کیا، حضرت سمیہ وہ خوش نصیب اور سعادت مند خاتون ہیں جن کو سب سے پہلے جام شہادت نصیب ہوا، بد بخت ابوجہل نے حضرت سمیہ کی شرمگاہ پر نیزہ مارا؛ جس سے ان کی وفات ہوگئی۔

فضائل ومناقب:

ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمار کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر اس طرف سے ہوا، تو حضرت عمار کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا: اے آگ تو عمار پر ابراہیم کی طرح ٹھنڈی ہو جا۔ اسی طرح جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر کی طرف سے گذرتے اور خاندان یاسر کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے: اے آل عمار تمہیں بشارت ہو، جنت تمہاری منتظر ہے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارے درمیان کتنی دیر رہوں گا؛ چنانچہ تم میرے بعد ان لوگوں کی اقتدا کرنا، آپ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا، اور عمارؓ کے طریقے کو اپنانا، اور جو تمہیں ابن مسعود احادیث بیان کریں، ان کی تصدیق کرنا۔ (ترمذی)

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت علی نے کہا: ''پاک و پاکیزہ'' کو خوش آمدید، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''عمارؓ ایمان سے بھرے ہوئے ہیں، ایمان ان کے جوڑوں تک پہنچا ہوا ہے''۔ (ابن ماجہ)

ایک دفعہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمار بن یاسرؓ کے درمیان کہا سنی ہوگئی، خالد سخت کلامی سے پیش آئے۔ عمار دربار رسالت میں حاضر ہوئے، خالد بھی آ گئے، دیکھا کہ عمار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کر رہے ہیں، خالد عمار پر اور برھم ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش سر جھکائے تشریف فرما تھے، عمار نے عرض کیا یا رسول! آپ دیکھ رہے ہیں کہ خالد کس طرح برہم ہو رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا: جو عمارؓ سے دشمنی رکھے گا، اللہ اس سے نفرت کرے گا اور جو عمارؓ سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ خالد کہتے ہیں اس کے بعد تو مجھے عمارؓ کے راضی کر لینے سے بہتر کوئی چیز نہیں لگ رہی تھی، لہذا میں نے عمارؓ سے ملاقات کی اور راضی کر لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عمارؓ کو کوفہ کا حاکم بنایا، اور کوفہ والوں کو خط لکھا کہ میں عمارؓ کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارا وزیر اور معلم بنا کر بھیج رہا ہوں، یہ دونوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معزز اصحاب میں سے ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک تھے؛ اس لیے ان دونوں کی فرمانبرداری، اطاعت اور پیروی کرو۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث: 182)

کلمہ کفر کہلوانا:

ایک روز مشرکین نے عمار کو پانی میں اس قدر غوطے دیے کہ آپ بالکل نیم جان ہو گئے، یہاں تک کہ اسی حالت میں ان جفا کاروں نے جو کچھ چاہا ان سے کہلوایا، اس کے بعد گو اس مصیبت سے چھٹکارا ہو گیا، تاہم غیرت دینی نے عمارؓ کو پسینہ پسینہ کر دیا، دربار نبوت میں حاضر ہوئے، تو آنکھوں سے آنسو کا دریا جاری تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: عمار کیا خبر ہے، عرض کیا، یا رسول اللہ نہایت ہی بری خبر ہے، آج مجھے اس وقت چھٹکارا ملا جب میں نے آپ کی شان میں نامناسب الفاظ اور ان کے معبودوں کے حق میں کلمات خیر استعمال کئے، ارشاد ہوا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا میرا دل ایمان پر مطمئن ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے صاف کیے اور فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اگر یہ پھر ہو تو پھر ایسا ہی کرو۔ اس کے بعد ہی قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی من کفر باللہ من بعد ایمانہ الّا من أکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان، جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر جو مجبور کیا گیا ہو، اور اس کا دل مطمئن ہو (اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہے)۔

ایک مرتبہ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا قریش مسلمانوں کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائیں، بولے خدا کی قسم ہاں! وہ ان کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک کہ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے وہ اٹھنے اور بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتے

تھے، اس حالت میں وہ جو کچھ چاہتے تھے ان سے اقرار لیتے تھے، غرض حضرت عمار بھی ان ہی گرفتاران مصیبت میں سے تھے، جنہوں نے راہ خدا میں صبر واستقلال کے ساتھ ان گنت مصائب ومظالم برداشت کئے؛ لیکن آئینہ دل سے توحید کا عکس کبھی زائل نہ ہوا۔

ہجرت اور مسجد کی تعمیر:

حضرت عمارؓ کے سلسلے میں پہلی ہجرتِ حبشہ کی شرکت میں اختلاف ہے، دوسری ہجرت میں شریک تھے، مدینہ کی ہجرت کا حکم ہوا تو عمار نے بھی اسی سرزمینِ امن کی راہ لی، اور حضرت مبشر بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے رشتہ اخوت قائم کرایا، اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمائی۔

مدینہ کی ہجرت کے چھ سات مہینے بعد مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی گئی، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو جوش دلانے کے لئے خود کام میں حصہ لیا، حضرت عمارؓ اینٹ گارا لا کر دیتے تھے، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک ایک اینٹ لاتے تھے، اور عمارؓ دو دو اینٹ اٹھاتے تھے، یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی جو مسجد قبا کہلاتی ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف سے گذرے تو آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سر سے غبار جھاڑا، اور فرمایا افسوس! عمارؓ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا تم اسے خدا کی طرف دعوت دو گے اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلائے گا۔

غزوات میں شرکت:

حضرت عمارؓ غزوۂ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور غزوہ تبوک تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے سب میں جاں بازی اور شجاعت کے ساتھ شریک جہاد رہے، عہد صدیقی کی اکثر خونریز جنگوں میں خوب داد شجاعت دی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں ان کا ایک کان شہید ہو گیا تھا، جو سامنے ہی زمین پر پھڑک رہا تھا؛ لیکن وہ بے پرواہی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہے تھے، اور جس طرف رخ کرتے تھے صفیں کی صفیں تہ وبالا کر دیتے تھے ۲۰ھ میں خلیفہ دوم نے انہیں کوفہ کا والی بنایا، ایک سال نو ماہ تک نہایت خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے امور میں حضرت عمار نے نہایت پامردی کے ساتھ حصہ لیا، جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے۔

شہادت:

جنگ صفین میں ایک روز شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو رہا تھا اور جنگ پورے شاباب پر تھی، حضرت عمارؓ دودھ کے چند گھونٹ نوش کرنے کے بعد بولے: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دودھ کا گھونٹ تیرے لئے آخری توشہ ہوگا، یہ کہتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے کہ آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا، آج میں محمد ﷺ اور ان کے گروہ سے ملوں گا۔ کچھ ایسے عزم واستقلال کے ساتھ حملہ آور ہوئے کہ جس طرف نکل گئے لاشوں کا ڈھیر لگا دیا، واقف کار مسلمان ان پر ہاتھ اٹھانے سے پہلو بچاتے تھے، لیکن اس اثناء میں ابن الغاویہ کے نیزے نے ان کو مجروح کر کے زمین پر گرا دیا اور ایک دوسرے شامی نے بڑھ کر سرتن سے جدا کردیا۔

حضرت علیؓ نے اپنے مونس وجانثار کی شہادت کی خبر سنی تو آہ سرد کھینچ کر فرمایا: خدا نے عمارؓ پر رحم فرمایا جب وہ اسلام لائے، خدا نے ان پر رحم کیا جس دن شہید ہوئے، اور خدا ان پر رحم کرے گا جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے، میں نے ان کو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ صرف چار پانچ صحابہؓ کو اعلان ایمان کی توفیق عطا ہوئی تھی، قدیم صحابہؓ میں سے کوئی بھی ان کی مغفرت میں شک نہیں کرسکتا، عمارؓ اور حق لازم وملزوم ہیں، اس لئے ان کا قاتل جہنمی ہوگا، اس کے بعد تجہیز وتکفین کا حکم دیا گیا، خود نماز جنازہ پڑھائی، اور خون آلود پیراہن کے ساتھ ۹۱/ برس کی عمر میں اس حامی حق کو سپردِ خاک کردیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

اصلاحی مضامین

رہنمائی کے بغیر مطالعہ کے نقصانات

مفتی صدیق احمد نوساری

مطالعہ کا انسانی زندگی کی تعمیر وترقی، اور انسان کو راہ راست پر لاکر قائم و دائم رکھنے میں اہم کردار رہا ہے۔ نیز اقوام کی تقدیر بدلنے، اور اوقات کو کارآمد بنانے میں بھی اس نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا، اور مطالعہ ہی نے لوگوں کے ذہن ودماغ کو کھول کر ان کو بے پناہ معلومات فراہم کی، اسی کی بدولت دنیا کا ہر فرد ترقی کے منازل طے کرتا ہے اور وقت جیسے قیمتی سرمایہ کو کارآمد بناکر ضائع ہونے سے بچالیتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بے شمار فوائد ہیں جنھیں مطالعہ کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ سارے فوائد اسی وقت حاصل ہوں گے جب کہ مطالعہ کسی ماہر کی رہنمائی میں کیا جائے، مغلق باتوں کی سمجھ اور کتابوں کی درجہ بندی کرنے اور دشوار کن عبارتوں کو ماہرین سے پوچھ کر حل کیا جائے، ورنہ یہی مطالعہ بجائے مفید ہونے کے اتنا مضر ثابت ہوگا کہ ایمان و اعتقاد کو متزلزل کرکے یا شکوک وشبہات میں مبتلا کرکے چھوڑ دے گا، بسا اوقات یہی مطالعہ انسان کو ایسا شدت پسند اور ضدی بنادیتا ہے کہ وہ غلط افکار ونظریات کو لیے بیٹھا رہتا ہے اور صحیح بات سمجھنے اور ماننے کے لیے کسی بھی قیمت پر تیار نہیں ہوتا، نیز مطالعہ کرنے والا خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ میرا وقت کارآمد ہورہا ہے، بہ نسبت ان لوگوں کے جو بالکل بھی مطالعہ نہیں کرتے یہ شخص مطمئن رہتا ہے، جس کی وجہ سے اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ بغیر رہنمائی کے وہ من مانی طور پر مطالعہ کرکے وہ اپنے اوقات کو ضائع کررہا ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ جب تک غلطی کا احساس نہ ہو اصلاح ممکن ہو ہی نہیں سکتی، اور یقینی بات ہے کہ ایسے مطالعے سے بجائے فائدے کے بڑے بڑے نقصانات ہی مرتب ہوں گے جو اور بھی تباہی کا سبب بنیں گے، دور حاضر میں علمی انحطاط کا ایک سبب جہاں مطالعہ سے عدم مناسبت ہے وہیں غیر مرتب اور غیر منظم طریقے سے بغیر سرپرستی اور رہنمائی کے مطالعہ کرنا بھی ہے، کیوں کہ مطالعہ کا اصل مقصود ہی حاصل نہیں ہوگا اور خوش فہمی میں رہ کر مطالعہ کرنے والا اپنے اوقات کو یوں ہی ضائع کرتا رہے گا۔

(۱) حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور میرا موقف''میں تحریر فرماتے ہیں کہ: مولانا مودودی قلم کے بادشاہ تھے ان کے مضامین قوت استدلال کے لحاظ سے بہت ہی محکم اور بڑے مؤثر تھے، راقم السطور بھی ان سے غیر معمولی طور پر متأثر ہوا، مولانا مودودی کے ساتھ حضرت نے دو سالہ طویل عرصہ گزارا، اس درمیان حضرت نے ان کی تائید میں مضامین بھی لکھے، لیکن جیسے ہی ان کے نظریات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا حقیقت آشکارا ہوتی رہی بالآخر بزرگان دین سے خط وکتابت کے بعد حقیقت حال سے آگاہ کیا اور ان کے مشورے کے مطابق مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے بیزاری اور عدم اطمینان کا اظہار فرما کر اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا، اور ماہنامہ الفرقان میں اس کا اعلان شائع فرمایا اسی پس منظر میں حضرت نے مذکورہ بالا کتاب لکھی۔

اس کتاب کے ذریعے حضرت نے امت کو یہ پیغام دیا کہ ہر تحریر اور کتاب کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے، اس لیے کسی بھی کتاب کو زیر مطالعہ لانے سے قبل ماہرین اور معتبر علماء سے مشورہ کرلینا چاہیے اور ان کی رہنمائی میں ہی مطالعہ کرنا چاہیے، ورنہ مزاج وقلب میں فرق پڑسکتا ہے، اور حق و باطل کی پہچان میں ذہنی کش مکش کا شکار ہوسکتے ہیں۔

(۲) اس زمانے میں کتابوں کی ریل پیل ہے، مختلف علوم وفنون کی کتابیں بہ کثرت منظر عام پر آرہی ہیں، جن میں نفع بخش اور نقصان دہ دونوں شامل ہیں، اس لیے اس مختصر سی زندگی میں تمام علوم وفنون اور ہر طرح کی تمام کتابوں کا احاطہ ایک ناممکن ہے؛ لہٰذا کتابوں کے انتخاب کے لیے ایک ماہر باذوق رہنما کی ضرورت ہے، کیوں کہ کتابوں کا ازخود انتخاب کر کے مطالعہ کرنا بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوگا، اس لیے کہ کوئی بھی پڑھی ہوئی چیز خواہ بھلادی جائے بے کارو بے اثر نہیں رہتی اپنا اچھا یا بُرا اثر ضرور چھوڑتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مقولہ ہے کہ علم کا احاطہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا علم میں انتخاب سے کام لو، اور تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ علم کا انتخاب اپنی رائے سے نہ کرے بلکہ استاذ ہی سے انتخاب کروانا چاہیے، اسی وجہ سے صاحب ہدایہؒ فرماتے تھے کہ پہلے زمانے میں طلبہ اپنے پڑھنے پڑھانے کا معاملہ استاذ پر معلق رکھتے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے، اور جب خود انتخاب کرنا شروع کردیا تو علم سے بھی محروم رہنے لگے۔

(۳) مطالعہ جو عملی فکری اور روحانی غذا ہے اس کا معاملہ زیادہ اہم اور نازک ہے، اس لیے بغیر رہنمائی کے مطالعہ نفس کے گھوڑے پر سوار کر کے چھوڑ دیتا ہے پھر نفس جدھر چاہے لے جاتا ہے، جیسا کہ حضرت اقدس شاہ

وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں مدارس عربیہ کے طلباء میں بھی آزادی آگئی ہے، کسی کے تابع رہنا نہیں چاہتے، نہ کسی قاعدہ قانون کی پابندی کرنا چاہتے ہیں، خود بینی خود رائی کے شکار ہو چکے ہیں، ان کے نزدیک نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ بڑا، ان کو کسی کا ادب ہے نہ لحاظ، اپنے نفس کے گھوڑے پر سوار ہیں جدھر لے جاتا ہے ادھر چلے جاتے ہیں، گویا ان پر ان کا نفس مُستولی ہے، طبیعت ان پر غالب ہے جو اس کا تقاضا ہوتا ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر سال باوجود صدہا طلبا کی فراغت کے کام کے عالم نظر نہیں آتے، غرض قوت علمیہ وعملیہ دونوں ہی کا فقدان ہے تو پھر کام ہو تو کیسے ہو؟ العیاذ باللہ۔

(۴) ذوق کے مطابق مطالعہ نہ کیا جائے تو مطالعہ سرسری ہو جاتا ہے، جی بھی نہیں لگتا بس برائے نام مطالعہ ہوتا ہے، آدھی بات سمجھ میں آتی ہے اور باقی آدھی یوں ہی رہ جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مطالعہ سے قبل کسی کی رہنمائی سے اپنے ذوق کا پتہ نہ لگایا گیا ہو۔

چنانچہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ مدارس عربیہ کے طلبہ کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کتاب کا سرسری مطالعہ کافی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس طرح مطالعہ کریں گویا پوری کتاب کو آپ نے چاٹ لیا ہے اور فرماتے تھے کی ہم نے احمد امین کی ’فجر الاسلام‘ ضحیٰ الاسلام اور ظہر الاسلام‘ کو اتنا پڑھا ہے کہ اس کے صفحات از بر ہو گئے، اس دور میں جو سرسری مطالعہ کی عادت ہو گئی ہے اس سے مطالعہ کرنے والوں کو کما حقہ نفع نہیں پہنچتا۔

(۵) اگر مستقل ایک ہی کتاب میں ۲۴ گھنٹے لگائے جائیں تو انسان ذہنی اعتبار سے پریشان ہو جاتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مطالعے میں تنوّع پیدا کیا جائے وہ اس طرح کہ جس کتاب کا مستقل مطالعہ کر رہے ہیں اس کو کسی اور کتاب سے بدل لیا جائے یا موضوع تبدیل کر لیا جائے؛ لیکن بغیر رہنمائی کے مطالعہ کرنے والے اس چیز کو فضول اور ضیاع وقت سے کچھ کم نہیں سمجھیں گے، حالاں کہ ذہنی پریشانی ان کے مطالعے کے لیے اتنی مضر ثابت ہوگی کہ اس کو ہمیشہ ہمیش کے لیے مطالعہ سے دور کر دے گی اور اس درمیان کوئی بات سمجھ میں بھی نہیں آئے گی۔

حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مجلس میں جب اکتاہٹ محسوس کرتے تو فرماتے کہ شاعروں کے دیوان لے آؤ اُن کے ذریعے شگفتگی پیدا کر لیتے ہیں۔

(۶) بسا اوقات طالب علم غیر نصابی یعنی خارجی کتابوں کے مطالعے میں اتنا مصروف ہو جاتا ہے کہ نصابی کتابیں رہ جاتی ہیں، پتہ چلا کہ مطالعہ تو خوب ہو رہا ہے لیکن بغیر کسی کی رہنمائی کے ہو رہا ہے، اس لیے درسیات جو اصل مقصود ہے اسی میں خلل ڈال کر نقصان ہی اٹھا رہا ہے، یاد رہے زمانۂ طالب علمی میں جو کمی رہ جاتی ہے وہ

جلدی دور نہیں ہو پاتی، لہٰذا ایسا مطالعہ بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتا ہے۔

(۷) بغیر رہنمائی کے مطالعہ کرنے والا کتابوں کی درجہ بندی نہیں کر پاتا، مثلاً: ابتداءً ہی اوپر کے درجے کی وہ کتابیں جو ایک مدت کے بعد سمجھ میں آسکتی ہے اسے زیر مطالعہ لاتا ہے، جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کچھ ہی دنوں میں اُکتا کر مطالعہ ہی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ جیسے: عربی اول کا طالب علم کافیہ کا مطالعہ کرے یا مالا بد منہ پڑھنے والا ہدایہ یا اس کی شرح کا مطالعہ کرے تو ظاہر سی بات ہے سمجھ میں تو آئے گا نہیں اور وقت بھی یوں ہی ضائع کرتا رہے گا۔

(۸) ناول یا ادبی کتاب، زمانۂ جاہلیت کے اشعار، یہ سب علم کا ایک حصہ حاصل کرنے کے بعد جب ایمان و اعتقاد کے ساتھ ساتھ ذہن و دماغ راہ راست پر چلنے لگے اور برائی کو اچھائی سے ممتاز اور الگ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تب جا کر ناول یا ادبی کالم اور زمانۂ جاہلیت کے اشعار کو پڑھ کر اس میں سے اچھی چیزوں کو مثلاً انوکھی تعبیرات، ادبی جملے، بہترین منظر کشی کے طریقے کو لے کر اپنی تحریروں کی زینت بنائیں؛ کیونکہ اگر پہلے ہی ان تمام چیزوں کا مطالعہ کیا گیا تو ذہن و دماغ آزاد اور مزاج عاشقانہ ہو جائے گا اور ان کی غلط چیزیں بھی مطالعہ کرنے والے شخص کے دل میں رچ بس جائیں گی، چونکہ دل ایسی باتوں کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کا سبب رہنمائی کے بغیر مطالعہ کرنا ہے۔

(۹) من مانی طور پر مطالعہ کرنے سے کم سمجھی یا ناسمجھی کی وجہ سے غلط بات یا واقعہ کے خلاف نقشہ ذہن میں بیٹھ جاتا ہے، یا بات خلط ملط ہو جاتی ہے اور ذہن صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر پاتا ہے، لہٰذا ایسا مطالعہ انتہائی مضر ثابت ہوتا ہے۔

(۱۰) بغیر رہنمائی کے مطالعہ میں مستقل مزاجی اور دوام پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا ایسا مطالعہ سُستی اور کاہلی کا سبب بن کر صلاحیت کو محدود کر دیتا ہے، ہمت و حوصلہ کو پست کر دیتا ہے، اس لیے اس طرح مطالعہ کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔

(۱۱) مطالعہ انسان کے لیے عمل کی راہ کو آسان کر دیتا ہے، نیز مطالعہ کی عادت انسان کو بہت ساری بے جا مصروفیات سے بچا لیتی ہے، لیکن جب کسی کی رہنمائی میں رہ کر مطالعہ نہ کیا جائے تو یہ جذبہ ہی ختم ہو جائے گا، پھر سوائے نقصان کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

(۱۲) سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ مطالعہ کرنے والا خواہ مطالعہ من مانی طور پر اور بغیر کسی کی رہنمائی کے کر رہا ہے، لیکن وہ اپنے متعلق خوش فہمی میں رہتا ہے کہ میں مطالعہ کر کے اپنے اوقات کو کار آمد بنا رہا ہوں،

حالاں کہ درحقیقت وہ اپنے اوقات کو ضائع کر رہا ہوتا ہے، اور جب یہ شخص اپنے متعلق خوش فہمی مبتلا رہتا ہے تو مطمئن ہونے کی وجہ سے جلدی وہ اپنی غلطی کی اصلاح نہیں کر پاتا، اور یہ سلسلہ ایک لمبے زمانے تک چلتا رہتا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علوم اور ان کے ماہر علماء کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں ہے کہ نا اہل لوگ اس میں دخل دینے لگتے ہیں، حالاں کہ وہ جاہل ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ علم رکھتے ہیں، اور یہ خیال قائم کرتے ہیں کہ وہ درست کر رہے ہیں حالاں کہ وہ بگاڑ رہے ہیں۔

(۱۳) یاد رہے جس طرح علم بغیر استاذ کے خطرات سے خالی نہیں اسی طرح مطالعہ بغیر رہنمائی کے سخت مضر ہے کیونکہ بہت سی دقیق عبارات اور اہم مسائل ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ بغیر استاذ کی رہنمائی کے بالکل بھی سمجھ میں نہیں آپاتے ہیں، اساتذہ کے بغیر حصول علم کے مضر اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ اختلاف کے وقت سلف صالحین اور علماء کرام کے لیے غلط زبان استعمال کرتے ہیں اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، ان تمام تفصیلات سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حصول علم کے لیے استاذ کا ہونا از حد ضروری ہے، اور مطالعہ بھی من جملہ حصول علم کے ذرائع میں سے ہے، لہٰذا اس میں بھی رہنمائی ضروری ہے ورنہ اس مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات نقصان اور خسارہ کا سبب بنیں گی، اس لیے مطالعہ کے لیے بھی ایک باذوق اور ماہر رہنما کی ضرورت ہے، جس کی صحیح رہنمائی سے مطالعہ کی اگلی راہیں ہموار ہونے کے ساتھ ساتھ مفید بھی ہوں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مطالعہ دو دھاری تلوار کی طرح ہے، جس کے دو پہلو ہیں صحیح طور پر کسی کی رہنمائی میں مطالعہ کرنے کے جتنے فوائد ہیں اس سے کہیں زیادہ بغیر رہنمائی حاصل کیے مطالعہ کرنے کے نقصانات ہیں، جیسا کہ اوپر مفصل و مدلل وضاحت گزر چکی ہے، اب مطالعہ کرنے والا اگر چاہے تو اسے کار آمد اور نفع بخش بنائے یا نقصان دہ بنائے، لہٰذا پتہ چلا کہ مطالعہ کے لیے کسی کی رہنمائی بہت زیادہ ضروری ہے، ورنہ کی ہوئی تمام تر کوششیں اور محنتیں رائیگاں جائیں گی، اور وقت یوں ہی گزرتا رہے گا، پھر بعد میں کفِ افسوس ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اخیر میں میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مطالعہ کا جذبہ اور شوق عطا فرمائے اور مطالعہ کے نقصانات سے پورے طور پر ہمیں محفوظ و مامون رکھے۔ (آمین)

اصلاحی مضامین

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

از: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قیامُ اللیل (نماز تہجد) ایک عظیم روحانی عبادت ہے قرآن وسنت میں بکثرت اس نماز کے فضائل ومناقب وارد ہوئے ہیں، رات کی تاریکی میں دنیاوی زندگی کا ہنگامہ نہیں ہوتا، طبعاً انسان دنیاوی افکار سے آزاد رہتا ہے دلجمعی اور حضور قلب کی دولت رات کی تاریکی اور وقت سحر میں بآسانی میسر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ الٰہی اور محبانِ خدا ہمیشہ رات کے پچھلے پہر عبادت و بندگی کو انجام دیتے ہیں جس کے ذریعے ایک طرف وہ اللہ والے روح کی پاکیزگی، قلوب کی حیات حاصل کرتے ہیں، تو وہیں دوسری طرف نیک عزائم اور خلوص وللّٰہیت کی شمعیں فروزاں کرتے ہیں؛ کیوں نہ ہو اس وقت میں انسان ریا سے پاک، خودنمائی سے دور ہوتا ہے اور اسے حضورِ قلب اور کمال تنہائی کی وہ دولت میسر آتی ہے جو عاشقِ زارِ خداوندی کے لیے بہت زیادہ روح پرور اور کمال آفریں ہوتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہجد کی یہ عاشقانہ نماز فرض تھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کمال محبوبیت ومعصومیت کے باوجود راتوں کو تہجد پڑھتے تھے سفر و حضر، صحت و بیماری، حالت امن اور حالت جنگ میں کبھی بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تہجد کی نماز نہیں چھوٹی، اور بزرگوں نے لکھا ہے: کہ قیام اللیل کے بغیر کوئی ولی کمال ولایت کو نہیں پہونچ سکتا۔

نمازِ تہجد کی فضیلت؛ قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ رب العزت نے قیام اللیل (نماز تہجد) کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ، عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (بنی اسرائیل:۷۹) ترجمہ: "اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھ لیا کرو جو آپ کے حق میں زائد چیز ہے، کیا عجب کہ آپ کا رب آپ کو "مقام محمود" میں جگہ دے"۔ "مقام محمود" مقامِ شفاعتِ کبریٰ ہے، جس پر قیامت کے دن فائز ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی بخشش کرائیں گے۔ (ابن کثیر واحمد)

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

اسی آیت کے ذیل میں علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: مقام محمود" شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے۔ جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کرے گا۔ گویا شانِ محمدیت کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ، اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ، كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الذاریات:۱۰ تا ۱۸)

ترجمہ: "بے شک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے اور اپنے رب کی عطا کردہ نعمتیں لے رہے ہوں گے (اس بات پر کہ) بے شک یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکوکار تھے، رات کو (تہجد پڑھنے کی وجہ سے) بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے"۔

سورۂ سجدہ میں تورات کے عبادت گزار بندوں کی تصویر رب تعالیٰ نے بہت دل آویز انداز سے پیش کی ہے: ''ان کے پہلو خواب گاہوں سے دور ہوتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور طلب کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ تو کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے ان کے (نیک) کاموں کے بدلے میں۔'' (السجدہ 32:16-17) تقریباً 8 سے زائد مقامات پر قرآن مجید میں نماز تہجد کی صراحت موجود ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تہجد گزار بندے ص:۲۲ تا ۳۰)

نماز تہجد کی فضیلت احادیثِ نبوی کی روشنی میں

(1) فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أفضلُ الصلاة بعد الفريضة: صلاةُ الليل (رواہ مسلم) ترجمہ: "فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے"۔

(2) بارگاہِ خداوندی میں محبوب ترین عمل: نبی علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہے: أحبُّ الصلاةِ إلى الله: صلاةُ الليل (متفق علیہ) ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ترین نماز رات کی نماز ہے۔

(3) گناہوں کی بخشش کا سبب: نماز تہجد سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور خطائیں دُھل جاتی ہیں؛ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ألا أدلُّك على أبوابِ الخير؟ الصومُ جُنَّةٌ، والصدقةُ تُطفِئُ الخطيئةَ كما يُطفِئُ الماءُ النارَ، وصلاةُ الرجلِ في جوفِ الليل أي: تُطفِئُ أيضًا الخطيئةَ كما يُطفِئُ الماءُ النارَ (ترمذی) کیا میں آپ کو خیر کے دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ خطاؤں کو بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور رات کے وقت آدمی کی نماز۔ یعنی نماز بھی خطاؤں کو بجھا دیتی ہے۔

(4) نماز تہجد فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے: نماز تہجد اللہ کے حکم سے فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، قرب قیامت کے فتنوں میں یہ رات کی نماز ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے، حدیث پاک میں وارد ہے: قالت أمّ سلمة- رضي الله عنها-: استيقظَ رسولُ الله-ﷺ-ليلةً فزِعًا يقول: سبحان الله! ماذا أنزلَ الله من الخزائِن؟ وماذا أُنزِلَ من الفتن؟ من يُوقِظُ صواحِبَ الحجُرات؟ يُريدُ أزواجَه لكي يُصلِّين رُبَّ كاسِيةٍ في الدُّنيا عارِيَةٍ في الآخرة (بخاری) ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ ڈرتے ہوئے اٹھے اور یہ کہہ رہے تھے: سبحان اللہ! اللہ نے کیا خزانے نازل کئے ہیں؟ اور کتنے ہی فتنے بھی نازل ہوئے ہیں؟ ان حجرے والوں کو کون اٹھائے گا؟ یعنی ازواج مطہرات کو کون اٹھائے گا تاکہ وہ تہجد پڑھ لیں۔ ''اس دنیا میں بہت سے لوگ جو لباس میں ملبوس ہیں آخرت میں بے لباس ہوں گے''۔

(5) جنت میں داخلہ کی ضمانت: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو تورات کے زبردست عالم تھے، مدینہ منورہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چہرۂ انور دیکھ کر یقین ہوگیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، آپ جھوٹے نہیں ہوسکتے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلا کلام جو آپ علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا، وہ یہ تھا: ”یا ایها الناس! افشوا السلام واطعموا الطعام وصِلُوا الارحام وصَلُّوا باللیل والناس نیام، تدخلوا الجنة بسلام“۔ (ترمذی) ترجمہ:۔” اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داریوں کو جوڑو اور رات میں تہجد کی نماز پڑھو، جبکہ لوگ سو رہے ہوں، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے“۔

(6) جنت میں اعلیٰ مقام کی گیارنٹی: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إن في الجنةِ غُرفًا تُرَى ظهورُها من بُطونِها، وبُطونُها من ظهورِها> فقامَ أعرابيٌّ فقال: لمن هي يا رسول الله؟ قال: »لمن أطابَ الكلامَ، وأطعمَ الطعامَ، وأدامَ الصيامَ، وصلىّ بالليل والناسُ نِيام (رواہ أحمد) ”جنت میں ایک محل ہے جس کا اندرونی حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا، ایک اعرابی نے پوچھا: یہ کس کو ملے گا اے اللہ کے رسول!؟ فرمایا: اس کو جو شیریں کلام ہو، لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو اور نماز تہجد میں کھڑے ہوئے رات گذارتا ہو، جبکہ لوگ سو رہے ہوں“۔

(7) تہجد گزار کے لئے پیارے نبی ﷺ کی دعا: اور نبی علیہ السلام نے اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کی ہے جو اپنے گھر والوں کو تہجد کے لئے اٹھاتا ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے: رحِمَ الله رجلاً قامَ من الليل فصلىّ وأيقظَ امرأته (رواہ أبوداؤد) ترجمہ: اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو خود بھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا

ہے اور اپنی بیوی کو بھی اٹھاتا ہے۔

(8) قبولیت دعا اور انعام خداوندی: مسند احمد کی روایت میں وارد ہے کہ:"اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا: میرے بندے کو اس کام (تہجد پڑھنے) پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ فرشتے عرض کریں گے: اے رب! آپ کے پاس کی چیز (جنت ونعمت) کی امید نے اور آپ کے پاس کی چیز (دوزخ وعذاب) کے خوف نے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تحقیق میں نے ان کو وہ چیز عطا کردی، جس کی امید کی تھی اور اس چیز سے محفوظ کردیا، جس سے وہ ڈرتے تھے"۔(مسند احمد)

اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ دین سلف صالحین کے ہزار ہا اقوال اور واقعات قیام اللیل (نماز تہجد) کی اہمیت میں وارد ہیں، ابتدائے اسلام میں قیام اللیل کا جس قدر اہتمام کیا جاتا تھا اسی کی نورانیت اور عظمت سے سارا عالم جگمگاتا تھا لیکن آج شومئ قسمت کہیے یا ہماری اعمالِ بد کی سزا کہ ہم اس نعمت سے محروم ہو کر اس شعر کے مصداق بن چکے ہیں۔

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

آج المیہ یہ ہو گیا ہے کہ ہر کوئی اس اہم عبادت سے غافل ہے کیا خاص کیا عام، کیا عالم کیا جاہل، کیا بڑا کیا چھوٹا سب میں یہ عبادت مفقود ہوتی جارہی ہے۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

جبکہ یہ ایک عاشقانہ اور والہانہ عبادت ہے قرب خداوندی اور محبت رسول کا زینہ ہے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز تہجد کی مسلسل پابندی فرمائی اور تہجد گزار بندے کے لیے چار نمایاں خصوصیات بیان فرمائیں: ''قیامِ لیل کے پابند ہو جاؤ؛ کیوں کہ: (1) یہ تم سے پہلے کے صالحین کا شیوہ رہا ہے (2) یہ رب سے قریب ہونے کا ذریعہ ہے (3) یہ گناہوں کی معافی کا سبب ہے (4) اور یہ گناہوں سے باز رہنے کی تدبیر ہے''۔

یاد رکھیں!! دنیا کا وقت بہت کم ہے، اور یہاں کچھ عرصہ گزارنا ہے، اور رات کی نماز، تلاوت، دعا، تسبیح اور استغفار کے ذریعہ مسلمان اپنی آخرت بہتر طریقے سے آباد کرسکتا ہے، اور ان عظیم اعمال صالحہ کو ہی اپنے رب سے ملاقات کے لئے ذخیرہ کرسکتا ہے، اور عقلمند وہی ہے جو رات کے آخری حصہ کو اپنے دین ودنیا کی اصلاح کے لئے غنیمت جانتا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم سب کو قیام لیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اصلاحی مضامین

فیفا ورلڈ کپ 2022: تفریح کے ضمن میں تبلیغ اسلام

از: مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری*

دنیا میں سب سے زیادہ دیکھے جانے اور پسند کیا جانے والا کھیل فٹبال ہے، جتنی رقم فٹبال پر خرچ کی جاتی ہے اور جس قدر لوگ اس پر جان نچھاور کرتے ہیں کسی دوسرے کھیل میں وہ بات نہیں پائی جاتی ،صرف فٹبال نہیں بل کہ دنیا کے تمام کھیلوں میں سب سے بڑا ایونٹ فیفا ورلڈ کپ (Fifa world Cup) ہے جو چار سال میں ایک مرتبہ کھیلا جاتا ہے، پچھلے کئی سالوں سے فٹبال پر مکمل ڈومینیشن اور غلبہ یوروپی وامریکی ممالک کا ہے، اس لئے انہیں ممالک میں فیفا ورلڈ کپ کا انعقاد ہوتا چلا آیا ہے، جہاں بھی فیفا ورلڈ کپ کھیلا جاتا ہے دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ سفر کر کے وہاں پہنچتے ہیں اور کھیل کے ساتھ ساتھ ملک کے تمام تفریح گاہوں اور تمدن کے مزے لیتے ہیں، ۲۰۰۶ء میں فیفا کو جرمنی نے ہوسٹ کیا تھا، تو اس وقت میزبان ملک نے اپنی بدذوقی اور مغرب کے حیا سوز تمدن کو فروغ دینے اور لوگوں کو بے حیائی میں مبتلاء کرنے کے لیے ورلڈ کپ دیکھنے آنے والے شائقینِ فٹبال کے منورنجن اور انٹرٹینمنٹ کی خاطر تمام طرح کے اسبابِ تعیش اور ہر قسم کی آوارگی کے اڑے قائم کیے، نائٹ اسٹانڈس، نائٹ کلبس اور شراب کے بار کھولے گئے، مختلف ممالک سے ہر قسم کی وہر عمر کی رنگت و ہیئت سے نگاہ کو بھانے والی دل کو لبھانے والی چالیس ہزار لڑکیوں کی ایکسپورٹ اور سمگلنگ کی گئی، اوران پیشہ ور لڑکیوں کو مال و زر کی طمع دے کر گراؤنڈز کے اطراف موجود ہوٹلوں اور لاڈجوں میں بسایا گیا، غرض عالمی سطح پر جس قدر ہو سکے بدتہذیبی و بدکرداری عام کی گئی، پھر بعد کے سالوں میں ۲۰۱۰ء میں جنوبی افریقہ نے، ۲۰۱۴ء میں برازیل نے اور ۲۰۱۸ میں روس نے اپنے مقدر کی بے حیائی پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑا، اس دورانیہ میں آزاد فکر اور لبرل ٹائپ کے مسلمان بھی دین و مذہب کے حدود وقیود سے لاتعلق ہو کر خوب ملوث ہوئے، اور بڑی بے غیرتی کا ثبوت دیا؛ لیکن......!

تاریخ میں پہلی بار فیفا ورلڈ کپ کی نمائندگی امسال ۲۰۲۲ء میں ایک عربی اسلامی ملک کر رہا ہے جس کا

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

پچھلے کچھ سالوں قبل social boycott (سماجی مقاطعہ) کرنے اور وہاں Economic crises (اقتصادی و مالی بحران) لانے کی سعودی عرب شمول کئی ممالک نے کوشش کی، مراد اس سے دنیا کا امیر ترین اور خوب صورت ملک قطر ہے، قطع نظر اس بات سے کہ فٹ بال کھیل کی خرابیاں اور دینی وشرعی اعتبار سے اس میں کیا نقصانات ہیں قطر کی حکومت نے اس دوران جو اقدامات اور عالمی پیمانے پر آنے والے مہمان فٹ بال شائقین کے سامنے اسلامی تہذیب وثقافت اور شریعت محمد یہ کا نمونہ پیش کرنے کے تئیں جو بہترین کارنامہ انجام دیا ہے وہ ہم سبھی مسلمانوں اور بالخصوص دیگر عرب ممالک کے لئے موقع عبرت اور نشان درس ہے، اولاً تو قطر نے اس ورلڈ کپ کی تیاریوں، اسٹیڈیمس کی تعمیر، مسافرین کے لیے لئے رہائشی ہوٹلز، کھلاڑیوں کے آرام و سکونت کے ریزورٹس اور لاڈجیس، شاہراہوں اور پبلک پلیسیس (عوامی مقامات) کی تزئین وغیرہ کے لیے تقریباً 220 بلین ڈالر تک کی وقیع ترین رقم کا صرفہ کیا ہے جتنا اس سے قبل کسی بھی ورلڈ کپ میں خرچ نہیں کیا گیا، اس کے علاوہ کچھ ایسے کارہائے نمایاں بھی قطری حکومت نے انجام دیے ہیں جن کو دنیا بھر کے مسلم اسکالرز اور علماء کی جانب سے خوب سراہا جا رہا ہے، میڈیا رپورٹس کے مطابق قطر نے ملک بھر کے دو ہزار با کمال علماء کو مدعو کیا ہے اور ان تمام مقامات پر جہاں فٹبال میچ کھیلا جا رہا ہے ان کا تعین کیا کہ آنے والوں میں سے جو کوئی اسلامی آداب و احکام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں ان کو مطلوبہ زبان میں معلومات فراہم کریں، سڑکوں کے اطراف اور ہوٹلوں اور کھیل گاہوں کی دیواروں پر حسن معاشرت اور محاسن اخلاق کے بابت وارد شدہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے بڑے بینرز اور پوسٹرز آویزاں کیے گئے ہیں، مساجد میں دلکش آواز والے مؤذنین کو منتخب کر کے پابند کیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت عمدہ و بلند آواز میں اذان دیا کریں، جس کا بہت اچھا تاثر بھی قائم ہو رہا ہے، کئی یورپی لوگ اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر اذان کی دل آویزی سے محظوظ ہوتے ہوئے اور علی الصبح اس روح پرور آواز کے نظام پر استعجاب کرتے ہوئے ویڈیوز پوسٹ کر رہے ہیں، جگہ جگہ بالخصوص پلے گراؤنڈ اور پبلک پلیسیس کے پاس مصلے اور وضو خانے بنوائے، پھر فیفا ورلڈ کپ کی جو ٹکٹیں ہیں ان پر کچھ ایسے بارکوڑ پرنٹ کروائے گئے کہ جو کوئی ان کو اپنے موبائل سے سکین کرے گا تو اس کو مختلف زبانوں میں قرآنی تراجم اور بنیادی دینی معلومات سے آگاہ کرنے والی کتابیں اور آپ علیہ السلام کی سیرت پڑھنے کو ملے گی، اسرائیل جو کہ ارض مقدس فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کئے بیٹھا ہے وہاں سے آنے والوں کو پابند کیا کہ وہ اپنے نام کے ساتھ نیشنالٹی میں اسرائیل کے بجائے فلسطین لکھائیں، البتہ فلسطین کے حامیوں کو کھلی چھوٹ دی کہ وہ گراؤنڈ میں اور سڑکوں پر فلسطینی پرچم لہرا کر ان کے حق میں اپنی آواز اٹھا سکتے ہیں؛ LGBTQ کمیونٹی

یعنی ہم جنس پرستی کو فروغ دینے والی اور اس کی حمایت کرنے والی جماعت کو مکمل پابند کر دیا کہ وہ ہرگز اس غلاظت اور بے ہودگی کو ہمارے پاک اسلامی معاشرے میں نہ پھیلائیں، اور چھ رنگوں پر مشتمل Pride nation flag (وہ جھنڈا جوان کی علامتِ پہچان ہے) میچ کے دوران یا ملک میں کہیں بھی چلتے پھرتے جو کوئی لہرائے گا یا اس برے نظریہ کو سپورٹ کرتا نظر آئے گا تو اس کو جیل کی دھمکی دی گئی، اور تمام لوگوں پر اس بات کو بھی لازم کر دیا گیا کہ وہ گراؤنڈ میں شراب ہرگز نہ لائیں اور اسٹیڈیم کے اطراف و جوانب میں شراب والکحل کی بیع بھی نہ کریں، اور قانون بنا دیا گیا کہ جو کوئی کھلے عام شراب نوشی کرتا ہوا یا گراؤنڈ میں شراب لاتا ہوا پکڑا جائے تو اس کو ہندوستانی رقم کے مطابق تقریبا پندرہ لاکھ روپے جرمانہ ادا کرنے کے ساتھ جیل بھی جانا پڑھ سکتا ہے، ناظرین کو پابند کیا کہ وہ میچ کے دوران ہر طرح کی بے ہودگی سے احتراز کریں ایسا ساتر لباس پہن کر ہی گراؤنڈ میں داخل ہوں جو گھٹنوں اور کندھوں کو چھپائے، اس سے ہٹ کر نیم عریاں کپڑے یا کھلا ہوا لباس پہن کر جو کوئی آئے گا اس کو ہرگز گراؤنڈ میں داخل ہونے نہیں دیا جائے گا، اور جتنے بھی لوگ میچ دیکھنے آرہے ہیں ان کو بطورِ اعزاز وضیافت حکومت قطر کی جانب سے ماکولات وتحائف سے بھرے ہوئے بیگ بھی دیے جارہے ہیں جن میں کئی ساری چیزوں کے ساتھ عمدہ قسم کے عود اور مشک کی شیشیاں ہیں، مساجد اور دیگر مذہبی مقامات کو اسلامی ثقافتی نمائش گاہوں کے طور پر آراستہ کیا گیا اور وہاں پر بھی دیواروں پر ایسے بارکوڈ چسپاں کئے گئے جن سے مختلف زبانوں میں اسلامی تراجم وکتب اور قرآن مجید وغیرہ سکین ہوتی ہیں، ان تمام کے ساتھ ایک نہایت ہی عظیم کام یہ کیا کہ فیفا جیسا میگا ایونٹ جواب تک راک سٹارز اور پاپ سنگرز کے نغموں اور ناچوں سے شروع ہوتا تھا اس کو اسلامی طریقہ کے مطابق ایک معذور لڑکے قاری محمد غانم المفتاح کے ذریعہ تلاوت کلام پاک کی آیات مبارکہ سے شروع کیا، پھر مدرسے کی شکل پر مشتمل ایک مختصر سا پروگرام ہوا جس میں کچھ طلبہ نے اپنے استاذ کے آگے بیٹھ کر نہایت ہی دلربا آواز میں سورہ رحمٰن کے آیات کی تلاوت کی، حکومتِ قطر کا کہنا ہے کہ ان تمام کوششوں کا مقصد دنیا سے اسلاموفوبیا (islamophobia) کو ختم کرنا ہے؛ الغرض ابتداءً ہی اشارہ دیا گیا کہ اس خامہ فرسائی سے فٹبال کی ترغیب یا اس کی تائید ہرگز بھی مقصود نہیں ہے، بل کہ اس موضوع پر قلم اٹھانے کا اصل محرک یہ امر ہے کہ ایسے فتنہ پرور اور مغرب زدہ دور میں جب کہ ہر ملک مغربی یلغار و یورپی افکار کا زخم خوردہ بن چکا ہے، اسی کی پھیلائی ہوئی بے ہودگی و بدتہذیبی کو ترقی کی معراج سمجھا جارہا ہے، اور حجاز مقدس پر قابض حکام بھی یورپ کی کاسہ لیسی اور ترجمانی کررہے ہوں، اسلامی سمجھے جانے والے ممالک پر بھی مکمل مغرب کی چھاپ پڑ چکی ہو، ایسے وقت میں مغرب سے ہی آئے ہوئے ہزاروں لاکھوں لوگوں کے سامنے لومۃ لائم کی

پرواہ کئے بغیر فرسودہ سمجھی جانے والی اسلامی تہذیب کو پیش کرنا اوران کے سامنے اسلام کو درست طور پر متعارف کرانے کی یہ کوشش قطر کا ایک بہت ہی عظیم الشان اور قابل مبارکباد کارنامہ ہے،اس میں دیگر مسلم ممالک کے ساتھ ساری امت مسلمہ کو ایک اہم سبق ہے کہ احوال چاہیں جتنے مختلف ہوں اور زمانہ جس قدر بھی جدت اختیار کرچکا ہو تا صبح قیامت انسانوں کے لیے سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی نظام نہیں ہے، آپ کی سیرت کسی خاص مدت و زمان تک محدود نہیں بلکہ بہر صورت لائق تقلید اور قابل اتباع ہے،اور ہر زمانے کے لوگوں کے سامنے اس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

انسان فطرتاً سلیم الطبع اور اچھائی کی طرف مائل ہوتا ہے، پھر ماحول و کلچر سے اس کے افکار و عقائد بنتے بدلتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم سو فیصد فطرت انسانی سے ہم آہنگ اسلامی نظام اور نبوی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کریں، یقیناً اگر مسلمان سنت نبوی کی مکمل پیروی کریں گے تو ارتداد کے سیلاب کی جگہ اسلامی انقلاب رونما ہوگا،لوگوں کے قلوب میں اسلام سے نفرت و وحشت کی جگہ اس کی عظمت اور محبت دلگیر ہوگی ،قطری حکومت کے قائم کردہ اس نظام اسلامی میں اس کا تجربہ بھی مشاہدہ ہے،حال ہی میں ۱۲ نومبر ۲۰۲۲ء ممبئی اردو نیوز کے فرنٹ پر یہ خبر چھپی تھی کہ فیفا کی تیاریوں کے دوران اب تک ۸۵۰ لوگ مشرف باسلام ہوئے ہیں،اور ایک عرب اسکالر نے اسلام لانے والوں کی تعداد ۵۵۸ بتائی تھی، ہنوز یہ سلسلہ بتدریج جاری ہے،عرب علماء کے سوشیل میڈیا اکاؤنٹس اور اسلامک نیوز پیجیس پر کئی لوگوں کے اسلام لانے اور اسلام کی اِن عمدہ تعلیمات کی تعریف وخوبی بیان کی گئی ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہی وہ قطر ہے جس نے امریکہ وافغان کی کشیدگی کو ختم کرنے اور افغانستان کو ان کے ظالمانہ تسلط سے آزاد کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا، جہاں ایک طرف قطری حکومت کی تعریف کے گن گائے جارہے ہیں،اوران کے اس اقدام کو تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ بتایا جارہا ہے وہیں دوسری طرف وطن عزیز کے شرپسند اعداء اسلام اور دیگر یوروپی تہذیب کے اثر زدہ افراد #BYCOTTQATAR کا نعرہ لگاتے ہوئے اس کی خوب ملامت کررہے ہیں، جرمنی ، بریٹن وغیرہ بعض ممالک نے فیفا ایسوسی ایشن پر دباؤ بھی ڈالا کہ وہ ہر شخص کو اس کے نظریات کے اظہار کی کھلی اجازت دیں اور ان پابندیوں کو برخاست کریں، پر قطر فیفا ورلڈ کپ ۲۰۲۲ء کے ہیڈ آف سوسائٹی شیخ عبداللہ الناصری نے ایک شاندار اور چشم کشا اسٹیٹمینٹ سے سب کی زبانوں پر لگام کس دی، انہوں نے کہا: اگر آپ LGBTQ یعنی ہم جنس پرستی کے تئیں اپنی حمایت ظاہر کرنا چاہیں تو ایسی سوسائٹی میں کریں جہاں اس کی اجازت ہے یہاں آکر سارا معاشرہ خراب نہ کریں ہم صرف ۲۸ دن کے اس ورلڈ کپ کی خاطر اپنے دین ومذہب کی تحریف نہیں کرسکتے۔ سبحان اللہ!

افاداتِ اکابر

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی چند زریں نصائح!

علماء کرام، دینی خدام اور اہل مدارس کے لئے

ترتیب وپیشکش: حضرت مولانا مفتی محمد ارشد صاحب مدظلہ*

فرمایا: کہ باتیں بہت ہیں؛ اس لیے کوئی ترتیب قائم کرنا بھی مشکل ہے، بس ایک دردِ دل ہے وہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

میر جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

فرمایا: کہ ہمارے مدرسے اور خانقاہیں تیس چالیس سال سے بانجھ ہیں، ان مدرسوں سے اب آدمی (تربیت یافتہ) یا مسلمان (اللہ والے) پیدا نہیں ہوتے؛ بلکہ مولانا (ظاہری سند یافتہ فارغین) پیدا ہوتے ہیں یہاں تو یہ حالت تھی کہ میرے والد صاحب کا ارشاد ہے: کہ "میں نے دار العلوم دیوبند کا وہ وقت دیکھا ہے جب مہتمم، صدر مدرس سے لے کر چپراسی اور دربان تک ہر ایک صاحب نسبت، ولی اللہ تھا، دن کو وہ مدرسہ تھا اور رات کو خانقاہ؛ رات کو ہر کمرے سے گریہ وزاری اور ذکر اللہ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں؛ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم دیوبند کی تاریخ ان الفاظ میں نکالی تھی کہ "در مدرسہ خانقاہ دیدم"

دنیا میں محققین کی کوئی کمی نہیں، مگر دیوبند کا جو خاص رنگ ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتا، دیوبند کی خصوصیت یہ تھی کہ وہاں لفظ کے ساتھ معانی، ظاہر کے ساتھ باطن، اور علم کے ساتھ عمل موجود تھا۔ اس پڑھنے پڑھانے اور دینی تعلیم کا مقصد صرف یہ تھا کہ صبغت اللہ (اللہ کے رنگ) میں خود رنگ جانا، اور دوسروں کو رنگنا، ان کا مقصد شرح جامی کے حواشی رٹوانا نہیں؛ بلکہ قرآن وحدیث کی صحیح فہم پیدا کر کے ان کے رنگ کو طلبہ میں پیدا کرنا تھا، آج ہم اپنے پڑھنے پڑھانے کا مقصد گُم کر چکے ہیں، تدریس ایک پیشہ بن چکا ہے، پیش نظر یہ نہیں رہتا کہ ہمیں مخلص خادمان دین اور محقق علماء پیدا کرنے ہیں، بلکہ اتنا رہ گیا ہے کہ طالب علم کو کتاب اور اس کا حاشیہ پڑھا دیا جائے۔ اسے خود کیوں پڑھا تھا اور کیوں پڑھاتے ہیں، یہ آج کا مولوی بھی نہیں سوچتا۔ اور آج کل مولویوں کا

* مہتمم مدرسہ جامعۃ الابرار بجھیڑی، مظفر نگر، یوپی

نیلام ہوتا ہے، مولوی کو جہاں پانچ روپے زیادہ مل جائیں وہیں چلا جاتا ہے، دارالعلوم دیوبند میں جب میری تنخواہ ۳۵ روپے تھی اس وقت کلکتے میں مجھے سات سو روپیے کی پیش کش کی گئی، جو میں نے قبول نہیں کی، ہمارے بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے لیکن اب یہ بات ہمارے طبقے میں ختم ہوتی جارہی ہے۔

آج نئے نئے فتنے تیزی سے اٹھ رہے ہیں، مغربی تہذیب کے اثرات ہر جگہ نمایاں ہیں، لادینی تیزی سے پھیل رہی ہے، مگر آج کے مولوی کو اس کی فکر نہیں، وہ بھی ان حالات پر غور نہیں کرتا۔ آپ حضرات عام مسلمانوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں، لہذا آپ حضرات پر ان حالات میں سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اگر ہمارے دل میں دین کا درد ہوتا تو ممکن نہیں تھا کہ ہم خاموش اور غافل بیٹھے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشاغل سیاسی نہیں تھے، مگر چوں کہ دین کا درد تھا، اس لیے مسلمانوں کے دین کی خاطر بے چین تھے مگر ہم نہایت اطمینان سے بے دینی کے اس سیلاب کو برداشت کررہے ہیں، یہ علامت ہے اس بات کی کہ ہم تدریس تبلیغ وغیرہ جو کچھ کرتے ہیں، وہ دین کے لیے نہیں؛ بلکہ دنیا کے لیے ہے۔ آپ حضرات یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ ان مدارس کا مقصد صبغت اللہ میں خود رنگ جانا۔ دوسروں کو رنگنا، صحیح مسلمان پیدا کرنا، پھر مولوی بنانا اور پھر محقق بنانا ہے۔ اگر یہ مقصد پیش نظر نہیں، تو تدریس کے بجائے پھاوڑا لے کر مزدوری کرلینا بدرجہا بہتر ہے، اگر یہ مقصد نہیں تو ہمارے برابر کوئی خسارے میں نہیں، اور پھر ہم کو چاہئے کہ ہم اس دعوے سے دست بردار ہوجائیں، کہ ہم خادم دین ہیں؛ کیوں کہ حالات اس دعوے کی تکذیب کرتے ہیں۔ (ماخوذ و مقتبس از: خطاب خصوصی بہ علماء کرام، ۱۳۸۴ھ)

مکارم اخلاق

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مکارمِ اخلاق دس چیزیں ہیں، بسا اوقات یہ چیزیں بیٹے میں ہوجاتی ہیں باپ میں نہیں ہوتیں، غلام میں ہوجاتی ہیں آقا میں نہیں ہوتیں، حق تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہیں عطا کردیں:

(۱) سچ بولنا (۲) لوگوں سے سچائی کا معاملہ کرنا (۳) سائل کو عطا کرنا (۴) احسان کا بدلہ دینا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) امانت کی حفاظت کرنا (۷) پڑوسی کا حق ادا کرنا (۸) ساتھی کا حق ادا کرنا (۹) مہمان کا حق ادا کرنا (۱۰) ان سب کی جڑ اور اصل اصول حیا ہے۔

(شعب الایمان بہ حوالہ فضائل اخلاق و اخلاص، ص: ۱۱، مولفہ ابن غوری)

تعاقب فرقِ باطلہ

قادیانی فرقہ کے اسلام مخالف عقائد ونظریات

از: مولانا محمد انصار اللہ قاسمی*

اس فتنۂ کے پیرو کار اپنے آپ ''احمدی مسلمان'' اور اپنی جماعت کو ''احمدیہ مسلم کمیونٹی'' کہتے ہیں، لیکن عام مسلمان انھیں قادیانی اور قادیانی فرقہ کہتے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی اس فتنہ کا بانی اور پیشوا ہے، یہ شخص خود اپنے بیان کے مطابق ۱۸۴۰ یا ۱۸۳۹ء میں قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب انڈیا میں پیدا ہوا، جب کہ اس کے ماننے والے اس کی پیدائش کا سال ۱۸۳۵ء بتاتے ہیں، ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو لاہور پاکستان میں مرزا غلام قادیانی کی موت ہوئی، مال گاڑی کے ذریعہ اس کی نعش قادیان انڈیا لائی گئی اور یہیں پر اس کو دفن کیا گیا، اس فتنہ کی وضاحت کے لئے مزید تفصیلات پیش خدمت ہیں:

قادیانی فرقہ کی تاریخ اور اُس کے پس منظر

قادیانی فتنہ ہمارے ملک میں اُس وقت پیدا ہوا جب ہمارے ملک پر انگریزوں کی ظالمانہ حکومت تھی، علماء اسلام اور دیگر برادرانِ وطن ملک کی آزادی کے لئے برطانوی حکومت سے جنگ لڑ رہے تھے، اس وقت انگریز حکمرانوں نے اپنے خاص مقاصد اور مفادات کے تحت مذہبی پیشوا اور رہنماء کی شکل میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا، تاکہ یہاں کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کو مذہبی بحثوں میں الجھا کر جنگ آزادی سے اُن کی توجہ ہٹائی جاسکے، چنانچہ مرزا غلام قادیانی نے مذہب کے لبادہ اور چولے میں کھل کر جنگِ آزادی کی مخالفت کی اور انگریز جیسے ظالم وجابر حکمرانوں کی پُرزور اور پُرجوش تائید وحمایت کی، اس سلسلہ میں قادیانی لٹریچر کے حوالہ سے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

1) ایک جگہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

> ''میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے

---

* آرگنائزر مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ، تلنگانہ وآندھرا

ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی، سووہ سلطنت حکومتِ برطانیہ ہے"

(روحانی خزائن، ج:٦،ص:٣٨٠)

2) ایک جگہ مرزا غلام قادیانی انگریز حکومت کے لئے اپنی وفاداری اور کارگذاری کو یوں بیان کیا ہے:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنتِ انگریزی کی تائید وحمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیئے ہیں اگر وہ رسائل اور کتابیں اکھٹی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں..."

(روحانی خزائن، ج:١٥،ص:١٥٥-١٥٦)

3) ایک جگہ مرزا غلام قادیانی نے اپنے خاندان اور اپنی جماعت کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"...صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے...اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اِس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں..." (روحانی خزائن، ج:١٣،ص:٣٥)

ان اقتباسات سے یہ بات واضح اور صاف ہوجاتی ہے کہ خود کو "احمدیہ مسلم کمیونٹی" کہنے والا قادیانی فرقہ اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے وجود میں نہیں آیا، بل کہ وقت کے ظالم وجابر انگریز حکمرانوں نے اِس فرقہ کو کھڑا کیا، تا کہ مسلمانوں پر انگریزوں کے بدترین ظلم وتشدد کو مذہبی طور پر جائز ٹھہرایا جاسکے اور مسلمان ہمیشہ کے لئے وقت کے ظالم حکمرانوں کے غلام بن کر رہیں....واضح ہو کہ ٢٣ / مارچ ١٨٨٩ء کو لدھیانہ پنجاب میں مرزا غلام قادیانی نے باضابطہ اپنے فرقہ کی بنیاد رکھی اور اِسی تاریخ سے اس شخص نے لوگوں سے اپنے جھوٹے دعوؤں پر بیعت لینی شروع کی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے

قادیانی فرقہ کے بانی اور پیشوا مرزا غلام قادیانی نے اپنے بارے میں بہت سارے گمراہ اور باطل دعوے کیے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

1) خدا ہونے کا دعویٰ:

یہ بات ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ بندہ خدا نہیں ہوسکتا اور خدا بندہ نہیں بن سکتا، ورنہ انسان اور خدا کا فرق ہی ختم ہوجائے گا، اس کے برخلاف مرزا غلام قادیانی اپنے بارے میں خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اُس نے لکھا ہے:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں، میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں...''

(روحانی خزائن، ج:۵،ص:۵۶۴)

2) نبی ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں مرحلہ وار الگ الگ دعوے کیئے، 1901ء میں اس شخص نے باقاعدہ نبی ہونے کا دعویٰ کیا، یہ شخص کہتا ہے:

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی بھی ہیں اور رسول بھی'' (ملفوظات، ج:۵،ص:۴۴۷)

3) عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ:

1891ء میں مرزا غلام قادیانی نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا وہ عیسیٰ مسیح ہیں، چنانچہ یہ شخص کہتا ہے:

''**جعلناک المسیح ابن مریم**'' ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا ان کو کہہ دے کہ میں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں'' (روحانی خزائن، جلد ۳، ص:۴۴۲)

4) مہدی ہونے کا دعویٰ:

قادیانی فرقہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی دونوں الگ الگ نہیں بل کہ ایک ہیں۔ ایک شخصیت کے دو نام ہیں اس لئے 1894ء میں مرزا غلام قادیانی عیسیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ مہدی ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے چنانچہ مرزا قادیانی کہتا ہے:

''خدا نے تجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تو ہے...'' (روحانی خزائن جلد ۸، ص:۲۷۵)

5) وحی کے نازل ہونے کا دعویٰ:

وحی اور نبی دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہے چنانچہ جب مرزا غلام قادیانی نے نبی ہونے کا

دعویٰ کیا تو اپنے اوپر وحی کے نازل ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے یہ شخص کہتا ہے:

"...میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا" (روحانی خزائن جلد ۱۸، ص: ۲۱)

خود کو "احمدی مسلمان" کہنے والے قادیانی فرقہ کے پیروکار مرزا غلام احمد قادیانی کو ان دعوؤں میں سچّا مانتے ہیں اور اِن دعوؤں کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، مسیح اور مہدی مانتے ہیں۔

اس کے برخلاف پوری دنیا کے مسلمان مرزا غلام قادیانی کو ان دعوؤں میں سچا نہیں مانتے، اس پر خود کو احمدی مسلمان کہنے والے قادیانی انھیں مرزا قادیانی کی تحریروں کے حوالہ سے اپنے عقیدہ کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج، کافر اور جہنمی سمجھتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ مرزا غلام قادیانی کا بیٹا اور قادیانی فرقہ کا نام نہاد دوسرا خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود [مرزا غلام قادیانی] کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں" (آئینہ صداقت، ص:35)

قادیانی فرقہ کے اسلام مخالف عقائد

قادیانی فرقہ کے عقائد و نظریات اسلام کے خلاف ہیں، ان میں سے چند عقیدے یہ ہیں:

1) خود کو احمدی مسلمان کہنے والے قادیانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، جب کہ قرآن مجید میں واضح طور پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "آخری نبی" فرمایا گیا، وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰) آپ اللہ کے رسول اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: "أَنَا اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ اٰخِرُ الْأُمَمِ" میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 4077)

2) خود کو احمدی مسلمان کہنے والے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ مانتے ہیں، جب کہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم و روح کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لیئے گئے اور قیامت کے قریب دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہودیوں نے نہ آپ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ سولی دی، بل کہ وہ شک وشبہ میں پڑ گئے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا (النساء: 158-157) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''ان عیسی لم یمت و انه راجع الیکم قبل یوم القیامة'' (تفسیر ابن جریر ۳/۳۴۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔

3) خود کو احمدی مسلمان کہنے والے قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی مانتے ہیں، جب کہ اسلامی عقیدہ کی رو سے مرزا غلام قادیانی مہدی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ احادیث میں حضرت مہدی جو علامات بتائی گئی وہ مرزا غلام قادیانی میں نہیں پائی جاتی، مثلاً: حضرت مہدی کا حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہونا، آپ کا مدینہ منورہ میں پیدا ہونا، کعبۃ اللہ کے صحن میں بیعت لینا، تمام مسلمانوں کے لئے آپ کا خلیفہ عادل ہونا، آپ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونا اور آپ ہی کے زمانہ میں دجال بھی نکلنا وغیرہ، ان علامات میں سے کوئی بھی علامت مرزا قادیانی میں نہیں ہے۔

4) خود کو احمدی مسلمان کہنے والے قادیانی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری رہنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، جب کہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت کے سلسلہ کی طرح وحی کا سلسلہ بھی بند ہوگیا، خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ''انه قد انقطع الوحی و تم الدین'' وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور دین مکمل ہوگیا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکرؓ)

5) خود کو احمدی مسلمان کہنے والے قادیانی قرآن مجید کو آخری آسمانی کتاب نہیں مانتے، کیوں کہ اُن کے نزدیک وحی کا سلسلہ جاری ہے، اسی لئے وہ قرآن مجید کی طرح مرزا غلام قادیانی کی شیطانی اور جھوٹی وحی کو سچی اور قطعی مانتے ہیں، مرزا غلام قادیانی کے الہامات وکشوف کے مجموعہ ''تذکرہ'' نامی کتاب کے شروع میں ''وحی مقدس'' لکھا ہوتا ہے، جب کہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری نبی ہونے کی طرح قرآن مجید بھی آخری آسمانی کتاب ہے، کسی کا کلام حق اور رسچ ہونے میں قرآن مجید کے برابر نہیں ہوسکتا۔

قادیانی فرقہ کی گستاخیاں

خود کو ''احمدیہ مسلم جماعت'' کہنے والے قادیانی فرقہ کا لٹریچر گستاخیوں سے بھرا پڑا ہے، ایسی گستاخیاں کرنے والے کیا مسلمان ہو سکتے ہیں؟ ہر انصاف پسند خود اس کا فیصلہ کرسکتا ہے، بہر حال قادیانی فرقہ کے گستاخیوں کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

1) اللہ تعالیٰ کے لئے چور کا لفظ:

مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے، اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے، وہ فرماتا ہے میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا'' (روحانی خزائن، ج:20 ص:396)

2) نبی ﷺ کی شان میں بدترین گستاخی:

مرزا غلام قادیانی نے اپنے آپ کو ہو بہو بالکل نبی ﷺ کی طرح قرار دیتے ہوئے خود کو ''عین محمد'' کہا ہے، مرزا قادیانی کہتا ہے:

''ادھر بچّہ پیدا ہوتا ہے اور اِس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور شروع ہی میں اُس کو خدا اور خدا کے رسول پاک کا نام سنایا جاتا ہے، بعینہ یہ بات میرے ساتھ ہوئی، میں ابھی احمدیت میں بطور بچّہ ہی تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ ''مسیح موعود محمد است و عین محمد است''۔ (حوالہ: خطبہ الہامیہ، ص:171)

ایک اور جگہ قادیانی اخبار میں لکھا ہے:

''الغرض مسیح موعود [مرزا غلام احمد قادیانی] کی تحریروں سے یہ بات پختہ طور سے ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود یقیناً محمد تھے اور آپ کو چوں کہ آنحضرت ﷺ کا بروزی وجود عطا کیا گیا تھا اس لئے آپ عین محمد تھے اور آپ میں جمیع کمالات محمدیہ کامل طور پر منعکس تھے، پس اس لیے آپ کے عین محمد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں...''

(حوالہ: اخبار الفضل قادیان، ج/3، نمبر:37 مورخہ 16/ستمبر 1915ء)

3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی:

مرزا غلام قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”آپ [عیسیٰ علیہ السلام] کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناء کار اور کسبی عورتیں [سیکس ورکرس] تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی...“ (روحانی خزائن، ج11،ص:291)

مرزا غلام قادیانی کی اس تحریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بدترین توہین تو ظاہر ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ مرزا قادیانی بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا بھی منکر ہے، جب آپ علیہ السلام کے والد ہی نہیں ہیں تو تین دادیاں کہاں سے آگئیں؟؟

4) حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی شان میں گستاخی:

ایک قادیانی ملعون خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں اس طرح کے گستاخانہ الفاظ کہتا ہے:

”ابوبکر و عمر کیا تھے، وہ تو حضرت غلام احمد [قادیانی] کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے“۔ (ماہنامہ المہدی بابت جنوری و فروری 1915ء)

5) نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی توہین:

مرزا غلام قادیانی میدانِ کربلا میں نواسۂ رسول سیدنا حضرت حسینؓ کی عظیم شہادت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے:

”کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم“

میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے، سو حسین میری جیب میں ہیں۔

(روحانی خزائن، ج18،ص:477)

قادیانی فرقہ کے کافر ہونے کی وجوہات

مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل دعوؤں، قادیانی فرقہ کے اسلام مخالف عقائد اور اُس کی گستاخیوں کو سامنے رکھ کر دین و شریعت کے ماہرین علماء و مفتیان کرام نے حسبِ ذیل وجوہات کی بناء پر خود کو ”احمدی مسلمان“ کہنے والے قادیانی فرقہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے:

1) مرزا غلام قادیانی کا نبی ہونے کا دعویٰ کرنا۔

عقائد و علم کلام کی مشہور کتاب ”شرح فقہ اکبر“ میں ملا علی قاریؒ (وفات:۱۶۰۵ء) لکھتے ہیں:

’’ودعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفرٌ بالاجماع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کرنا کفر ہے، اس پر پوری امت کا اتفاق ہے‘‘۔(ص:202)

فتاوی کی مشہور کتاب ’’فتاوی ہندیہ‘‘ میں ہے:

جب کسی آدمی کو یہ معلوم نہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں‘‘

(فتاوی ہندیہ، ج:۲۔ص:۲۷۶ کتاب السیر)

2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا انکار کرنا:

قادیانی فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ آسمان سے اترنے کا منکر ہے، یہ بھی ان کے کافر ہونے کی وجہ ہے، جیسا کہ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اس عقیدہ کے منکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے اس کا انکار کفر ہے اور اس کی تادیل ضلالت وگمراہی اور الحاد ہے‘‘ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۴۳۳ کتاب الایمان والعقائد)

3) توہین رسالت:

مرزا غلام قادیانی کو ہو بہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا وجود ماننا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر وہمسر قرار دینا اور اس کو نبی وپیغمبر کی صفات وخصوصیات سے متصف ماننا سراسر کفر ہے، جیسا کہ علماء اسلام نے شیعوں کے عقیدہ امامت کے کفر ہونے کے سلسلہ میں اس کی وضاحت کی ہے، چناچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، (وفات ۱۱۷۶ھ) اپنی تصنیف مسوّی شرح مؤطا امام مالک میں لکھتے ہیں:

جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیا ہیں لیکن اس کا مطلب اور مقتضی بس یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہ کہا جائے گا لیکن نبوت کی جو حقیقت ہے یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث اور نامزد ہونا، گناہوں سے، رائے میں غلطی اور اُس پر قائم رہنے سے معصوم ومحفوظ اور اس کا مفترض الطاعۃ ہونا، تو یہ ہمارے اماموں کو حاصل ہے، تو ایسے عقائد اور خیالات رکھنے والے زندیق ہیں....‘‘

(ص:۱۱۰، بہ حوالہ علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، ص:۲۹/ از مولانا منظور نعمانیؒ)

اسی طرح تفسیر روح البیان میں ہے:

''واضح رہے کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی ﷺ یا کسی بھی نبی کی توہین کفر ہے، چاہے بے ادبی کرنے والا شخص نعوذ باللہ اپنی اس حرکت کو جائز سمجھتا ہو یا یہ کہ وہ نبی ﷺ کی عظمت وحرمت کا عقیدہ رکھتا ہو، اس شخص کے کافر ہونے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے'' (تفسیر روح البیان، التوبۃ، آیت: ۱۲)

4) نزول وحی کا دعویٰ:

مرزا غلام قادیانی نے اپنے اوپر وحی کے نازل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور صاف طور پر کہا کہ

جس طرح گزشتہ انبیاء کرام کو اپنے اوپر نازل ہونے والی وحیوں کے سچے ہونے پر کامل یقین تھا اسی طرح مجھے بھی اپنی وحی کی صداقت پر پختہ یقین ہے

(دیکھیے روحانی خزائن، ج: ۱۸، ص ۴۷۷....)

قادیانی فرقہ کے کافر ہونے کی وجوہات میں ایک اہم وجہ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بھی ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دنیا میں نبیوں اور پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ بند ہو گیا، اسی طرح آپ ﷺ کے بعد وحی کے نازل ہونے کا سلسلہ بھی بند ہو گیا، جس طرح آں حضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، ایسے ہی وحی کے نازل ہونے کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی (وفات: ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے، شرعی احکام کے لحاظ سے اُس کا حکم مرتد کی طرح ہے، کیوں کہ وہ قرآن کا منکر ہو گیا اور اُس نے حضرت ﷺ کو اس قول میں جھٹلایا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس نے اللہ تعالی پر جھوٹ بھی باندھا کہ اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے،، (نسیم الریاض شرح شفا، ج:4،ص:393)

اسی طرح علامہ ابن حجرؒ (احمد شہاب الدین بن محمد بدرالدین، ولادت: ۹۰۹ھ وفات: ۹۷۴ھ) مکی شافعی لکھتے ہیں:

''جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد وحی کے نازل ہونے کا عقیدہ رکھا، تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ کافر ہو گیا'' (الفتاوی الکبری الفقہیہ، ج:4،ص:194)

5) مسلمانوں کو کافر قرار دینا:

قادیانی فرقہ کے کافر ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ اس فرقہ کا اپنے علاوہ دنیا بھر کے

مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء باحدھما (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6104) جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے، اس کا یہ کہا ہوا دونوں میں سے کسی ایک کے حق صحیح ثابت ہوگا، جس کے بارے میں کہا اگر واقعتاً اُس کے عقائد کفریہ ہوں تو اُس کے بارے میں کافر کہنا صحیح ہوگا ورنہ کہنے والا خود کافر ہوجائے گا کیوں کہ وہ شخص ایمان کو کفر سمجھ رہا ہے، اس سلسلہ میں قاضی عیاضؒ (ولادت ۴۷۶ھ وفات: ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

اسی طرح ہم ہر اس شخص کو قطعی طور پر کافر قرار دیں گے جو ایسی بات کہتا ہو جس سے پوری امت کا گمراہ ہونا لازم آتا ہو' (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج۲:ص:۲۴۲)

قادیانی فرقہ کے بارے میں علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ

الف: قرآن وحدیث کی روشنی میں قادیانی فرقہ کے باطل اور کفریہ عقائد ونظریات کی بناء پر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی وغیرہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں کے علماء ومفتیان کرام نے متفقہ طور پر فتوی دیا کہ خود کو''احمدیہ مسلم جماعت'' کہنے والا قادیانی فرقہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ب: اس فتوی کی رو سے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، مہدی مسیح، مجدد اور اپنا مذہبی پیشوا و رہنما ماننے والے قادیانیوں/احمدیوں کے ساتھ مسلمان نہ نکاح کر سکتے ہیں، نہ اُن کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، نہ اُن کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں نہ انھیں اپنے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں اور نہ ان سے دوستانہ تعلقات اور میل جول رکھ سکتے ہیں۔

ج: علماء اسلام کا یہ متفقہ فتویٰ تمام مسلم ملکوں میں حکومتی سطح پر منظور شدہ ہے، جیسا کہ مسلم ممالک کی نمائندہ تنظیم'' رابطہ عالم اسلامی/ ورلڈ مسلم لیگ'' نے اپریل ۱۹۷۴ء کو جدہ سعودی عرب میں منعقدہ کانفرنس میں قادیانی فرقہ سے متعلق قرارداد منظور کی، اس میں بتایا گیا:

''اس گروہ کے کافر اور خارج اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے''

'' کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور حکومت کے اہم عہدوں پر ان کا تقرر نہ کیا جائے'' (قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف ص:۹۶-۹۷- از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا سمیع الحق قاسمی)

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

استاذ وغیرہ کو جھک کر سلام کرنا

سوال: بہت سارے اسکولس میں استاذ کے سامنے طلبہ جھک کر سلام کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: اساتذہ کے سامنے جھک کر سلام کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں رکوع کی ہیئت پائی جاتی ہے، فقہائے کرام نے اس طرح کی تعظیم کو مکروہ قرار دیا ہے، ماسوی اللہ کی ایسی تعظیم کرنا جس میں رکوع کی طرح جھکنا پایا جائے، غیر اللہ کو سجدہ کرنے کے مترادف ہے۔ (مستفاد از: محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۶۱۳)

چوہوں کو زہر دے کر مارنا

سوال: بسا اوقات گھروں میں چوہے زیادہ ہوجاتے ہیں، انہیں زہر دے کر مارنا کیسا ہے؟

جواب: زہر دے کر مارنا یا ویسے ہی ماردینا دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (مستفاد از: محقق مدلل جدید مسائل، ۲/ ۶۲۳)

ہوٹل کا صابون گھر لے جانا

سوال: ہوٹلوں میں ہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے جو صابون رکھے جاتے ہیں، تو کیا انہیں گھر لے جانا درست ہے؟

جواب: درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ چیزیں استعمال کے لیے اباحۃً دی جاتی ہیں نہ کہ تملیکاً، اور جو چیزیں اباحۃً دی جاتی ہیں ان اشیاء کو اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے۔ (مستفاد از: محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۶۳۵)

لباس شرعی

سوال: کیا شریعت نے کسی مخصوص لباس کو متعین کیا ہے؟

جواب: شریعت نے کسی مخصوص لباس کو متعین نہیں کیا؛ البتہ لباس کے حدود مقرر کئے ہیں، جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا، وہ حدود یہ ہیں:

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

۱۔لباس ایسا نہ ہو جس میں کفار وفساق کے ساتھ مشابہت ہو۔ ۲۔لباس سے تکبر، اسراف و تنعم مترشح نہ ہو ، ہاں! اسراف، تنعم اور نمائش سے بچتے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لئے قیمتی لباس پہننا جائز ہے۔ ۳۔مرد کی شلوار، تہبند اور پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔ ۴۔لباس اتنا چھوٹا، باریک اور چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہوجائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔ ۵۔مرد کا لباس، اصلی ریشم کا نہ ہو؛ کیوں کہ وہ حرام ہے۔ ۶۔مرد ''زنانہ'' اور عورت ''مردانہ'' لباس نہ پہنیں۔ ۷۔خالص سرخ رنگ کا لباس پہننا مردوں کے لئے مکروہ ہے؛ البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا سرخ دھاری دار ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد از: محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۶۵۰)

پلکیں بنوانا

سوال: آج کل عورتیں بیوٹی پارلر جا کر پلکیں بنواتی ہے، تو کیا یہ درست ہے؟

جواب: عورتوں کا یہ عمل جائز نہیں؛ کیوں کہ جو عورتیں پلکیں بنواتی ہیں، وہ لعنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہیں۔ (مستفاد از: محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۶۶۶)

دونوں خطبوں کے درمیان دعا کرنا

سوال: جمعہ کے دونوں خطبوں کے درمیان دعا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: جمعہ کے دونوں خطبوں کا درمیانی وقت قبولیتِ دعا کا وقت ہے، اس میں دِل دِل میں دعا کرنا چاہیئے، زبان سے کوئی کلمہ ادا نہ کریں۔ (کتاب المسائل: ۱/ ۴۶۳، ۴۶۴)

خطبہ کے دوران ہاتھ میں عصا لینا

سوال: خطبہ کے دوران خطیب کا ہاتھ میں عصا رکھنا مستحب ہے یا واجب؟

جواب: خطبہ کے دوران ہاتھ میں عصا لینا مستحب ہے؛ لیکن اس کو ضروری قرار دینا اور نہ لینے والے کو ملامت کرنا (جیسا کہ جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں التزام ہے) جائز نہیں ہے۔ (کتاب المسائل: ۱/ ۴۶۱)

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا

سوال: کھانا کھانے والے کو سلام کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب: جو شخص کھانے میں مشغول ہو، اُس کو سلام نہیں کرنا چاہیئے، اور اگر آپ نے ایسے شخص کو سلام کرلیا، تو سننے والے پر جواب دینا واجب نہیں ہے، تاہم اگر جواب دے دے تو حرج بھی نہیں ہے۔

(ارشاد السائلین: ۲/ ۴۸۲)